Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی رسالہ اردو

ریویو آف ریلیجنز

ہر ماہ انگریزی کی پانچ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر:- نذیر احمد افریقی

نمبر ۹	۶ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۳۵ء	جلد ۳۴

فہرست مضامین

القول الحسن فی رسل الحسن	۳۰۹–۳۲۹	مولانا چوہدری تاج الدین صاحب مولوی فاضل
کتاب التوحید	۳۳۰–۳۳۵	حضرت سید محمد اسحٰق صاحب
حضرت کرشن جیؑ کی شادیاں	۳۳۶–۳۴۲	مولانا ناصر الدین عبد اللہ صاحب بنگولی مولوی فاضل کاویہ تیرتھ ودوان انگرہ الوڑا
اہلی زندگی	۳۴۳–۳۴۸	ایک احمدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رباعیات حسن رہتاسی

(۱)

کمر بستہ کوئی جور و جفا پہ
کسی کا زور ہے تسبیح و دعا پہ
حسن اب دیکھئے کیا ہو نتیجہ
نظر دونوں کی ہے روز جزا پہ

(۲)

کسی کو ناز ہے تیغِ جفا پہ
کسی کو رات ہے تیرِ دعا پہ
بھروسہ کس پہ بہتر ہے بتا دے
کسی [illegible] خدا یا ناخدا پہ
[illegible]

(۳)

خادمِ احمدؐ کو جب تُو نے مسیحا کر دیا
حامیٔ تثلیث چیخ اُٹھے کہ یہ کیا کر دیا
جب کہ آنے کی توقع تھی ہمیں افلاک سے
قادیاں کی خاک سے کیسے ہویدا کر دیا

(۴)

خادمِ احمدؐ کو جب تُو نے مسیحا کر دیا
عقل کے اندھے پکار اُٹھے کہ یہ کیا کر دیا
خان تھے افغان تھے نواب تھے سادات تھے
سب پہ پانی پھیر کیوں ایک مرزا کر دیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

القول الحسن فی مرسل الحسن

حضرت حسن بصریؒ کی مرسل در بارۂ حیات مسیح ناصری علیہ السلام کی حقیقت

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ میں اس عقیدہ کا کہیں نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ کہ مسیح ناصری علیہ السلام دو ہزار برس سے اب تک بقید حیات بجسدہ العنصری آسمان پر رونق افروز ہیں۔ مگر مخالفین احمدیت ہیں۔ کہ برابر یہ رٹ لگائے چلے جا رہے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ درست ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے کبھی تو بعض علماء اُمّت کو پیش کر دیتے ہیں۔ اور کبھی قرون ثلاثہ کے بعد فیج اعوج کے زمانہ میں تصنیف شدہ بعض تفاسیر کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ سچے اور حقیقی مسلمان کے لئے قال اللہ اور قال الرسول (فرمان الٰہی و ارشاد نبوی) کے سوا اور کسی کی بات حُجّت نہیں وان کان رازیا او طبریا او غیرھما۔

ہاں بعض ہوشیار علماء ایک عبارت جو حضرت حسن بصری تابعی کی طرف منسوب سمجھی جاتی ہے حیات مسیح کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی اصلیت ظاہر کر دی جائے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ یعنی حضرت حسن نے کہا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا حضرت عیسیٰؑ یقیناً فوت نہیں ہوئے اور وہ قیامت سے قبل ضرور تمہارے پاس آئینگے۔ مگر اوّل تو یہ روایت کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے۔ صرف بعض تفاسیر[۱] میں ہے۔ دوسرے ظاہر ہے۔ کہ

---

[۱] اور کتب تفاسیر کے متعلق حضرت امام احمدؒ کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ ان کی کوئی اصل نہیں قال احمد ابن حنبل ثلاثۃ کتب لیس لھا اصل المغازی والملاحم والتفسیر۔ المصنوع فی الاحادیث الموضوع صفحہ ۳۴ موضوعات کبیر صفحہ ۱۰

تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ درِ منثور جلد اول صفحہ ۱۶ تفسیر اتقان صفحہ ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ مرسل[1] ہے۔ جیسا کہ ہمارے تمام مخالفین کو بھی مسلّم ہے۔ دیکھو الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح مصنفہ مولوی محمد بشیر بھوپالوی۔ شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح مصنفہ پیر مہر علی گولڑوی وکلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ مصنفہ مولوی ادریس دیو بندی۔ اور کتب اصول حدیث وغیرہ میں روایت مرسل کی عدم حجیت کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال موجود ہیں۔

(۱) استاذ ابو اسحٰق علامہ ابن برہان اور قاضی ابوبکر وغیرہ ائمۃ الاصول کے نزدیک مراسیل صحابہ تک قابل قبول نہیں۔ اذا احتمل سماعہ من تابعی۔ کیونکہ احتمال ہے کہ صحابی نے کسی تابعی سے وہ روایت سُنی ہو نہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پس اِس مذہب کی بنا پر کسی مرسل تابعی کو بدرجۂ اولیٰ بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا۔ ملاحظہ ہو فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث مصنفہ علامہ سخاوی صفحہ ۵۷ و ۶۲ وظفر الامانی فی مختصر الجرجانی مصنفہ علامہ ابوالحسنات صفحہ ۱۹۷ وتدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۶۸ و ۶۹ و ۷۱

(۲) مراسیل صحابہؓ کے سوا مطلقاً کسی اور کی مرسل قابل احتجاج نہیں۔ فتح صفحہ ۶۹ وتدریب ظفر صفحہ ۱۹۷ اور یہی مقبول، اصح اور احوط مذہب ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ رُدّ ای الاحتجاج بالمرسل جماھر النقاد من المحدثین کالشافعی واحمد وحکموا بضعفہ وصاحب التمھید وھو ابو عمر بن عبد البر عنھم یعنی المحدثین نقلہ بل حکی الاجماع علی طلب عدالۃ المخبر ومسلم وھو ابن الحجاج صدر الکتاب (الصحیح مسلم) ....

اصلہ ای رُدّ الاحتجاج بہ۔ فانہ قال والمرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اھل العلم بالاخبار لیس بحجۃ وھو محکی عن احمد وقال النووی فی شرح المھذب، المرسل لا یحتج بہ عندنا وعند جمھور المحدثین وجماعۃ من الفقھاء وجماھیر اصحاب الاصول والنظر، وحکاہ الحاکم ابو عبد اللہ

---

[1] علمائے اصول و محدثین کے نزدیک مرسل روایت اُسے کہتے ہیں جس میں کوئی تابعی، جس نے نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی بات سُنی نہ کبھی حضورؐ کو دیکھا، یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عن سعید بن المسیب ومالك وجماعة اهل الحدیث والفقهاء انتهٰی و قال به سعید ابن سیرین والزهری وهو قول ابن مهدی ویحیی القطان وغیر واحد ممن قبل الشافعی وبالجملة والمشهور عن اهل الحدیث خاصة القول بعدم صحته بل هو قول جمهور الشافعیة واختیار اسماعیل القاضی و ابن عبد البر غیرهما من المالکیة والقاضی ابی بکر الباقلانی وجماعة کثیرین من ائمة الاصول فتح ۵۶ و ۵۷ وظفر ۱۹۵ و ۱۹۶ وتدریب ۶۶ و ۶۷ وتقریب النوادی ص ومقدمہ ابن الصلاح ص ۲۴ وغیرہ - واعلم ان کون المرسل حدیثاً ضعیفاً مردوداً لا یحتج به مذهب جماهیر المحدثین وهٰذا الشافعی وکثیرٌ من الفقهاء واصحاب الاصول دیکھو شرح الشرح برحاشیہ نزهة النظر شرح نخبة الفکر مصنّفہ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی ص۵ یعنی جمہور محدثین جیسے حضرت امام مسلم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام نووی وغیرہ - اور جمہور علمائے اصول، جمہور علمائے شافعیہ اور فقہاء کی ایک بہت بڑی جماعت کے نزدیک مرسل روایت، مردود اور ناقابل احتجاج ہے۔ اور یہی مذہب ہے حضرت سعید ابن المسیب تابعی، حضرت ابن سیرین تابعی، زہری تابعی، علامہ ابن مہدی، علامہ یحییٰ القطان اور حضرت امام شافعی سے قبل اور بہت سے علماء کا۔ اور اسی قول کو اختیار کیا ہے علامہ اسمٰعیل قاضی، علامہ ابن عبد البر اور کئی اور علمائے مالکیہ نے۔ بلکہ علامہ ابن عبد البر نے تو محدثین کا طلب عدالتِ مُخبر پر اجماع لکھا ہے۔ گویا ان کا مرسل کے غیر مقبول اور مردود ہونے پر اجماع ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس میں ساقط اور محذوف راوی کی عدالت یقیناً غیر معلوم ہے بلکہ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔

اور مولٰنا مولوی نجم الدین صاحب سیوہاری اپنی کتاب "سیرة الشافعی" اُردو میں لکھتے ہیں :- "مرسل احادیث کی نسبت امام شافعی کی یہ رائے (کہ" ان کو کسی طرح احادیث رسول نہیں کہا جا سکتا") ایسی صحیح تھی کہ بخاری، مُسلم وغیرہ اکابر اہل حدیث نے ..... بلکہ تمام محدثین نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اس اصول میں اپنا مقتدا قرار دیا۔ اور اب یہ ایک مسلّم اصول بن گیا کہ حدیث مرسل ناقابل اعتبار ہے۔" ص۱۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مُرسل روایت کے مردود ہونے پر علمائے اُصول کی دلائل

مطلق مرسل روایت کے مردود اور ناقابل اعتبار ہونے پر نہایت معقول اور ناقابل تردید دو دلیلیں علمائے اصول و محدثین نے بیان کی ہیں۔ اوّل یہ کہ راوی محذوف کے متعلق یہ قوی احتمال ہے۔ کہ وہ غیر صحابی ہو۔ اور اس صورت میں اس کے ضعیف اور ناقابل اعتماد ہونے کا احتمال ہے۔ پھر اگر اس کا ثقہ ہونا مان بھی لیا جائے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے آگے کسی اور غیر صحابی سے روایت کی ہو۔ اور یہاں پھر پہلا احتمال پیدا ہوگا۔ حتیٰ کہ چھ سات راویوں تک نقلاً اور بے شمار راویوں تک عقلاً یہی سلسلہ احتمال چلتا رہیگا۔ دیکھو فتح صـ۵۶ ظفر صـ۱۹۵ تدریب صـ۶۷۔ نزہة صـ۵۔ دوسری یہ کہ محدثین کے نزدیک جب راوی مسمی و مذکور مجہول الحال کی روایت غیر مقبول ہے تو جو راوی غیر مسمی مجہول العین والحال معاً ہو اس کی روایت۔ تو بدرجہ اولیٰ مردود ٹھیرگی۔ دیکھو تدریب صـ۶۷۔ فتح صـ۱۳۶۔ کیونکہ قبولیت روایت کیلئے عدالت و ثقاہت راوی معلوم ہونا ضروری ہے نزہہ صـ۸ وغیرہ اور وہ یہاں قطعاً مفقود ہے بل لا سبیل الیٰ معرفتہ۔ پس اگر کوئی صاحب حجیت مرسل ثابت کرنا چاہیں تو ان پر لازم ہے۔ کہ وہ علمائے اصول کی ان دلائل کا کوئی معقول اور محقق جواب سوچ لیں۔ ورنہ محض "حسن ظنی" کا ثواب لینے کی خاطر اس میدان میں کود پڑنا مناسب نہیں فتدبر۔

(۳) بعض ائمہ کے نزدیک مراسیل صحابہؓ کے علاوہ تابعین میں سے صرف ایک تابعی یعنی حضرت سعید بن المسیب کی مراسیل قابل قبول ہیں۔ دیکھو فتح صـ۴۲ و ظفر صـ۱۹۴ و ۱۹۷ و تدریب وغیرہ
پس اس مذہب کے مطابق بھی حضرت حسن بصری یا کسی اور تابعی کی مرسل لائق حجت نہ رہی۔

(۴) ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ بعض تابعین کی مراسیل چند شرائط کے بعد قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ فتح صـ۵ و ظفر صـ۱۹۳ وغیرہ

پس اس قول کے مطابق بھی حضرت حسن بصری کی مرسل قابل توجہ نہیں ہو سکتی۔ جبتک کہ اس میں ان شروط کا پایا جانا ثابت نہ کر دیا جائے۔ اور وہ چار شرائط ہیں جن میں سے سب سے پہلی اور اہم شرط یہ ہے کہ مُرسل ہمیشہ ثقات ہی سے روایت کیا کرتا ہو۔ کبھی ایک دفعہ بھی اس نے کسی غیر ثقہ اور ضعیف راوی سے روایت نہ لی ہو۔ احدھا ان یکون المُرسِل ممن یروی عن الثقات ابداً ولا یغلط روایتہ ظفر صـ۱۹۳ وغیرہ) مگر نہ صرف یہ کہ حسن بصری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں اس شرط کا پایا جانا ثابت نہیں بلکہ برعکس اس کے ان کے متعلق یہ امر حقیقت مسلمہ کے طور پر ثابت ہے کہ وہ ہر کس و ناکس سے بے دھڑک روایت لے لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالجات۔

(۱) قال الفضل ابن زیاد عن احمد..... لیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء فانهما کانا یأخذان عن کل احد۔ تهذیب التهذیب جلد ۷ صـ۲۰۲ و تدریب صـ۶۹

(۲) میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ پر ہے لیس فی المرسل اضعف من مرسل الحسن وعطاء کانا یاخذان عن کل احدٍ۔

(۳) فلا یصحّ الاثر فیها لکونه من مرسل الحسن و مراسیله ضعیفة۔ لأنّه کان یأخذ عن کل أحدٍ۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۹ صـ۱۳۴

یہ اس شخص کی رائے ہے جس کے متعلق علامہ شبلی مرحوم لکھتے ہیں:۔ "متاخرین میں حافظ ابن حجر سے زیادہ نامور کوئی محدث نہیں گذرا" (سیرۃ النعمان صـ۱۰۱)

(۴) ودونها مراسیل من کان یأخذ عن کلّ أحدٍ کالحسن البصری (ظفر صـ۱۹۳ و فتح المغیث صـ۶۳)

(۵) قال العراقی مراسیل الحسن عندهم شبه الریح (تدریب صـ۶۷)

(۶) قال ابن سیرین (وهو من کبار التابعین) لا ناخذ بمراسیل الحسن وابی العالیة فانهما لا یبالیان عمن اخذ الحدیث (مسلّم الثبوت)

ان تمام عبارتوں کے معنے یہ ہیں کہ حضرت حسن ہر ایک شخص سے روایت لے لیا کرتے تھے۔ ثقہ و غیر ثقہ کی ان کے ہاں کوئی تمیز و تفریق نہ ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ محدثین نے ان کی مراسیل کو اس آندھی اور جھکڑ سے تشبیہ دی ہے۔ کہ جو ہر طرف سے آتا اور ہر چیز اڑا لے جاتا ہے۔ پس ان کی اسی عادت کی وجہ سے ان سے بڑھ کر زیادہ ضعیف اور کمزور اور کسی کی مرسل نہیں۔ اور وہ شخص جو غیر محتاط ہو یعنی ثقہ و غیر ثقہ ہر ایک سے روایت لے لیتا ہو۔ اس کی مرسل تو بالاتفاق مردود اور غیر مقبول ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ (۱) ان الراوی اذا کان مرسلًا عن الثقات وغیرهم لا یُقبل مُرسَلُهُ اتفاقًا (نزهه صـ۵۱) (۲) لاخلاف انه لا یجوز العمل بالمرسل اذا کان مرسِلُهُ غیر متحرّز بل یُرسلُ عن غیر ثقة ایضًا (فتح صـ۵۶) (۳) وقال النووی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

هذا اذا لم یکن ممن یرسل عن الثقات والا فلا خلاف فی ردہ (التذنیب ص۳) (۴) فان لم یکن (المرسِل) فی نفسه ثقة او لم یکن محتاطا فی روایته فمرسله غیر مقبولٍ بالاتفاق۔ (ظفر ص۱۹۶) (۵) فان کان (المرسِل ممن لا یحترز ویرسل عن غیر الثقات) فلا خلاف فی ردہ (تدریب ص۶۷) (۶) اذا عرف حاله انه غیر ملتزم بان یرسله عن ثقة فلا یقبل مرسله اتفاقاً۔ (شرح الشرح بر حاشیه نزهه ص۵۱) یعنی جو روایت لینے میں محتاط نہ ہو اس کی مرسل کے ناقابل اعتبار ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں بلکہ وہ بالاتفاق مردود ہے۔ اور اسی وجہ سے قریباً قریباً تمام اہل الرائے ان کی مرسل کے متعلق یہی فیصلہ دیتے چلے آئے ہیں چنانچہ مندرجہ بالا حوالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل حوالے بھی ملاحظہ ہوں:۔

(۱) قال محمد بن سعید ...... وما ارسل فلیس بحجة تہذیب التہذیب جلد۲ ص۲۶۶۔ تدریب ص۶۷ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ص۶۷ مطبوعہ مصر۔ یعنی حضرت حسن کی مرسل حجت نہیں۔

(۲) قال الدارقطنی مراسیله فیها ضعف۔ یعنی امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ کہ ان کی مراسیل ضعیف ہیں۔ تہذیب التہذیب جلد۲ ص۲۷

پھر علاوہ اس بے احتیاطی کے کہ وہ بلا امتیاز و تفریق ہر شخص سے روایت کر دینے کے عادی تھے۔ ان میں ایک یہ بھی نقص تھا۔ کہ وہ سخت درجہ کے مدلس تھے۔ یعنی اس شخص کا نام جس سے انہوں نے کوئی حدیث سنی ہوتی چھوڑ کر اس سے اوپر کے راوی کا نام ایسے طور پر لیتے تھے۔ جس سے یہ دھوکا ہوتا تھا۔ کہ گویا انہوں نے اس اوپر والے راوی سے اپنے کان سے وہ حدیث سنی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ (۱) کان یدلس کہ حضرت حسن کو تدلیس کی عادت تھی۔ تہذیب التہذیب جلد۲ ص۲۷ و میزان جلد۱ ص۱۹۶ اور علامہ ابو الحسنات نے ۱۰۳ مدلسین میں سے تیرھواں نام حضرت حسن بصری کا لکھا ہے۔ ظفر ص۲۱۹

پھر لکھا ہے کان الحسن کثیر التدلیس۔ میزان جلد۱ ص۲۱۶ کہ حضرت حسن بہت تدلیس کیا کرتے تھے۔ نیز تقریب میں ہے۔ کان یرسل کثیرًا ویدلس قال البزار کان یروی عن جماعة لم یسمع منهم فیتجوز ویقول حدثنا وخطبنا یعنی قومه الذین حدثوا وخطبوا بالبصرة۔ کہ آپ ارسال و تدلیس کے بہت عادی تھے۔ محدث بزار نے کہا ہے کہ وہ بہت سے ایسے لوگوں سے روایت کر دیا کرتے تھے۔ جن سے انہوں نے کچھ نہیں سنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ مجازاً یہاں تک کہہ دیا کرتے تھے کہ فلاں نے ہم سے حدیث بیان کی یا ہمیں خطبہ سُنایا حالانکہ سُننے والی ان کی قوم ہوتی تھی۔ اور آپ اس وقت بصرہ میں موجود بھی نہ ہوتے تھے۔ (فتح ص۷۵) اور تدلیس، علمائے اصول کے نزدیک نہایت ہی مکروہ اور مذموم امر ہے۔ حتیٰ کہ امام شافعی وغیرہ نے (غالباً از راہ مبالغہ) اسے اخوالکذب یعنی کذب کی ایک قسم اور گناہ کبیرہ تک کہہ دیا ہے (مقدمہ ابن صلاح ص۳۲ و ظفر ص۲۲۲ و فتح ص۷۵ و تدریب ص۷۹) اور محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے مدلس کی روایت تک کو غیر مقبول قرار دیدیا ہے۔ مقدمہ ابن صلاح ص۳۳ و فتح ص۷۶ و تدریب ص۷۹ پھر تدلیس میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ راوی مُدلّس، حدثنا وغیرہ الفاظ جو بالصراحت سماع پر دلالت کرتے ہیں، نہ کہے بلکہ قال فلان کہے بشرطیکہ مروی عنہ سے وہ ملا اور اس سے کچھ سُنا ہو یا کم از کم اس سے ملنا ثابت ہو۔ ظفر ص۲۱۵۔ لیکن حضرت حسن بصری حدثنا بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی بہت "بڑی آفت" اور سخت "غیر محتاط طریقہ" کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شبلی مرحوم لکھتے ہیں۔ "امام حسن بصری نے متعدد روایتوں میں کہا ہے حدثنا ابوھریرۃ حالانکہ وہ ابوہریرہ سے کبھی نہیں ملے تھے۔ اسی طرح اور شیوخ صحابہؓ کی نسبت حدثنا کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اور معنے یہ لیتے تھے۔ کہ ان کے شہر والوں نے ان شیوخ سے سُنا تھا۔ محدث بزار نے لکھا ہے۔ کہ حسن بصری نے ان لوگوں سے روایت کی ہے۔ جن سے وہ کبھی نہیں ملے۔ اور تاویل یہ کرتے تھے۔ کہ ان کی قوم نے وہ حدیث ان لوگوں سے سُنی تھی۔ یہ امر علاوہ اس کے کہ ایک قسم کی غلط بیانی تھی حدیث کی اسناد کو مشتبہ کر دیتا تھا۔ ...... امام ابو حنیفہ نے اس طریقہ کو ناجائز قرار دیا۔ اور ائمہ حدیث نے بھی ان کی متابعت کی۔" سیرۃ النعمان ص۹۵ (نیز دیکھو فتح ص۷۵ تہذیب وغیرہ کتب الرجال) اور علامہ ابوالحسنات وغیرہ نے اس طریق کو مبالغۃ "کذب صریح" اور اسوأ حالا من التدلیس یعنی تدلیس سے بھی بدتر کہا ہے۔ ظفر ص۲۱۵

پس ایسے غیر محتاط راوی کی مرسل روایت پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کی تو مسند روایت میں بھی شک و شبہ کی گنجائش ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے براہ راست اپنے کان سے اوپر کے راوی سے وہ روایت نہ سُنی ہو۔ بلکہ اس کے شہر والوں یا اس کی قوم کے لوگوں نے (جن کے ثقہ و غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہیں) اس سے سُنی ہو اور اس نے درمیانی واسطہ یا وسائط چھوڑ کر بتاویل مذکور اس روایت کو اوپر والے راوی کی طرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منسوب کر دیا ہو[۱]۔ والعلم عند اللّٰہ۔ چنانچہ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ چونکہ وہ کثیر التدلیس تھے اس لئے اگر کسی حدیث میں عن فلان کہیں تو وہ حدیث ضعیف الاحتجاج ہو گی۔ علی الخصوص جبکہ وہ ان سے روایت کریں جن سے ان کا سماع ثابت نہیں۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ وغیرہ قال الذہبی کان الحسن کثیرا التدلیس فاذا قال فی حدیث عن فلان ضعف احتجاجہ ولاسیما عمن قیل انہ لم یسمع منہم کابی ھریرۃ وغیرہ۔ میزان صـ۲۱۶

اور اگر بفرضِ محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ انہوں نے غیر ثقہ سے کبھی روایت نہیں کی۔ گو یہ فرض محققین کی تصریحات کے صریحًا خلاف ہے۔ تو بھی محذوف راوی کی توثیق مبہم ہونے کی وجہ سے قطعًا غیر کافی ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ وان اتفق ان یکون المرسِل لا یروی الا عن ثقۃ فالتوثیق مع الابہام غیر کافٍ۔ کہ اگر اتفاقًا کوئی مُرسِل ایسا بھی ثابت ہو جائے کہ وہ ہمیشہ ثقہ ہی سے روایت کیا کرتا ہو تو بھی احتجاج بالمرسل کے لئے یہ توثیق مبہم کافی نہیں تدریب صـ۶۷ نیز دیکھو فتح صـ۵۵ و ۱۳۱ تدریب صـ۱۱۳ وغیرہ کتب اصول۔ حتّٰی کہ اگر راوی کہے حدثنی الثقۃ کہ مجھے ثقہ شخص نے بتایا ہے تو بھی کافی نہیں لانہ لا یلزم من توثیقہ ان یکون عند غیرہ کذالک۔ فتح صـ۱۳۲ تدریب صـ۱۱۳۔ مگر یہاں تو اتنا بھی ذکر نہیں۔ پس اس صورت میں بھی ان کی مرسل سے احتجاج کرنا درست نہیں۔ ہاں اس سے اگر کوئی نرم سے نرم سلوک کیا جا سکتا ہے تو صرف یہ کہ اس میں توقف کیا جائے جیسا کہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

فان عُرِفَ من عادۃ التابعی انہ لا یُرسِل الا عن ثقۃٍ فذھب جمھور المحدثین الی التوقّف لبقاءِ الاحتمال وھو قولی احمد۔ نزھہ صـ۱۵ یعنی اگر کسی تابعی کی یہ عادت معلوم ہو جائے۔ کہ وہ صرف ثقہ ہی سے روایت کیا کرتا ہے تو جمہور محدثین کے نزدیک۔ اور امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق اس کی مرسل میں توقّف کیا جائیگا اس لئے کہ احتمال پھر بھی موجود ہے۔

اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا یہ لکھنا کہ (قال جمھور العلماء) المرسل حجۃٌ مطلقًا

---

[۱] ہمارے نزدیک حضرت حسن بصری رحمہ اللہ مشہور صوفیا کرام اور اولیا عظام میں سے تھے ثقہ، فانی فی اللہ اور مشہور فاضل فقیہ تھے اور فعل تدلیس وغیرہ ان سے کسی نیک نیتی کی وجہ سے سرزد ہوا ہے۔ جسے زیادہ سے زیادہ اجتہادی غلطی کہا جا سکتا ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بناءً علی الظاہر وحسن الظنّ بہ انہ مایروی حدیثہٗ الا عن الصحابی وانّما حذفہٗ بسبب من الاسباب ....

اہل علم اصحاب کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ کسی کا یہ خیال کر لینا کہ تابعی صرف صحابی ہی سے روایت کرتا ہے۔ ایک بے دلیل دعویٰ بلکہ واقعات کے صریحاً خلاف ہے۔ چنانچہ مولٰنا ابو الحسنات محمد عبد الحی صاحب لکھنوی مرحوم قول مذکور کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ من حکم بقبول المرسل مطلقاً من غیر قیدٍ فقد توسع توسعاً غیر مرضیٍ وجاوز عن الحدّ۔ ظفر ص۱۹۶ کہ جس نے المرسل حجۃٌ مطلقاً کہا ہے۔ اس نے ناپسندیدہ اور بہت دُور کی بات کہی ہے اور وہ حد سے بہت دُور نکل گیا ہے۔ پھر ص۱۹۷ پر اسے ناقابل التفات کہا ہے "لا یعبأ بہا"

علاوہ ازیں حجیت اور قبولیت کی بنیاد جس امر پر رکھی گئی ہے (یعنی محض حسن ظن)، وہ اَوھن البیوت لبیت العنکبوت کا مصداق ہے۔ کیونکہ معتقدات دینیہ اور مسائل مذہبیہ میں محض ظاہرداری اور حُسن ظنی سے قطعاً کام نہیں چل سکتا۔ ورنہ اس بنا پر تو تمام ضعاف، اغالیط بلکہ موضوعات تک کو صحاح میں داخل کر لینا چاہیئے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ بعض لوگوں کی اس حد سے بڑھی ہوئی حسن ظنی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ایک ذخیرہ موضوعات کا کتب اسلامیہ میں داخل ہو گیا ہے۔ رحمھم اللہ۔

اور پھر " صدہا مرسل محض بے اصل اور موضوعات ہیں (حضرت) شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔ وکم من مرسلٍ لا اصل لہ وکم من مرسلٍ یخالفُ مُسْنَدًا یعنی بہت سی مرسل محض بے اصل ہیں اور بہت سی مسند حدیثوں کے مخالف ہیں"۔

(سیرۃ الشافعی ص۱۳۱)

پس اس حُسن ظن کا ثواب لینے والوں کا فرض ہے۔ کہ وہ تمام بے اصل مراسیل منقطع، معضل، منکر اور مدلس وغیرہ بلکہ ہر ایک موضوع روایت کے آگے بھی سرِ تسلیم خم کر دیں۔ ورنہ ڈر ہے کہ وہ ارتکاب بدظنی کے جُرم میں ماخوذ نہ ہو جائیں۔ ولنعم ما قال اللہ تعالیٰ اِنّ بعضَ الظنّ اِثمٌ واِن الظن لا یغنی من الحقِ شیئاً۔

اور اگر اسی ایک اصل کا لحاظ کافی ہے تو پھر علم اصول اور علم اسماء الرجال وغیرہ کی عدم ضرورت کا بھی اقرار کرنا پڑیگا۔ پھر حُسن ظنی کا مدار اس امر پر رکھا گیا ہے۔ کہ تابعی نے صرف صحابی ہی سے روایت کی ہو گی نہ غیر سے۔ حالانکہ اہل علم اصحاب پر خوب روشن ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اس بات کو واقعیت اور حقیقت نفس الامر سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ چنانچہ کتب اصول وغیرہ میں مصرح ہے۔ کہ تابعی کا صحابی ہی سے روایت کرنا قطعاً ضروری نہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

یحتمل أن یکون (المحذوف) تابعیاً لعدم تقیّدهم بالروایة عن الصحابة ثم یحتمل ان یکون روی عن تابعی ایضاً وهلمّ جرًّا الی ستةٍ او سبعةٍ فهو اکثر ما وُجِدَ من روایةِ بعض التابعین عن بعضٍ یعنی یہ ضروری نہیں کہ تابعی نے صحابی ہی سے سُنا ہو بلکہ ممکن ہے۔ کہ اس نے دوسرے تابعی سے سُنا ہو اور اس کا نام نہ لیا ہو" (سیرۃ الشافعی صفحہ ۱۳)

بلکہ ایک تابعی اور صحابی کے درمیان چھ سات تابعیوں کا واسطہ بعض روایتوں میں موجود ہے۔ فتح صفحہ ۵۶و۶۱ اور صفحہ ۶۲ پر ہے بخلاف مراسیل هٰؤلاءِ فانّها عن التابعین بکثرة فَقَوِیَ احتمال ان یکون الساقط غیر صحابیٍ۔ کہ تابعین کی مراسیل تابعین سے بکثرت ثابت ہیں۔ پس تابعی کی مرسل میں ساقط راوی کے غیر صحابی ہونیکا احتمال نہایت قوی ہے۔ اور ظفر میں ہے یحتمل ان یکون الساقط تابعیا لعدم تقید التابعین بالروایة عن الصحابة فقط کہ ساقط کا تابعی ہونا ممکن ہے کیونکہ تابعین کا صرف صحابہؓ ہی سے روایت کرنا محدود نہیں۔ صفحہ ۱۹۵

اور شیخ عبد الحق صاحب محدّث دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

ان التابعی قد یروی عن التابعی۔ کہ تابعی کبھی تابعی سے بھی روایت کرتا ہے

نیز دیکھو نزهة صفحہ ۵۔ سیرۃ الشافعی صفحہ ۱۳۔ تدریب صفحہ ۶۷ وغیرہ

بعض لوگوں نے حجیّت مرسل کی یہ دلیل بھی دی ہے۔ کہ تابعی میں ضعف اور علی الخصوص اس سے صدور کذب بعید از عقل و قیاس ہے۔ کیونکہ حدیث میں ان کی تعریف آئی ہے۔ بلکہ تین قرن مشہود بالخیریت ہیں۔ پس اگر ساقط فی الاسناد تابعی بھی ہو تو بھی یہ واسطہ قوی ہے۔ مگر ان کا یہ قیاس بھی نفس الامر کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہر تابعی کا روایت کے معاملے میں ثقہ اور معتبر ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ کتب اصول وغیرہ میں غیر مبہم اور واضح الفاظ میں اس کا اقرار موجود ہے جیسا کہ علامہ سخاوی لکھتے ہیں یحتمل ان یکون (التابعی) ضعیفاً لعدم تقیّدهم بالثقةِ۔ فتح صفحہ ۵۶ یعنی ہوسکتا ہے کہ تابعی ضعیف ہو۔ کیونکہ ہر تابعی کا ثقہ ہونا ضروری نہیں۔

اور صفحہ ۶۲ پر ہے وجاء احتمال کونه غیرَ ثقةٍ کہ تابعی کا غیر ثقہ ہونا ممکن ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور شیخ عبد الحق صاحب محدث مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ وفی التابعین ثقاتٌ وغیرُ ثقاتٍ کہ تابعین میں بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ۔ نیز دیکھو نزہتہ النظر ص۵، ظفر ص۱۹۵، تدریب ص۶۷، سیرۃ الشافعی ص۱۳۱ وغیرہ۔ علاوہ ازیں کتب اسماء الرجال میں بعض تابعین پر سخت سے سخت ریمارکس موجود ہیں وھذا غیر خفی علی ذی علم۔

مزید تردید

علامہ سخاوی ان دلائل واہیہ کی نہایت ہی معقول اور مفصل تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وَمَا اَورَدتہٗ من حجج الاوّلین مردودٌ امّا الحدیث فمحمول علی الغالب والاکثریۃِ والّا فقد وُجِدَ فیمَنْ بعد صحابۃ من القرنین مَن وُجِدَتْ فیہ الصفاتُ المذمومۃُ۔ کہ یہ تمام باتیں مردود ہیں اور حدیث (خیر القرون الخ) محمول علی الغالب والاکثریت ہے۔ کیونکہ صحابہؓ کے بعد کے دونوں قرنوں میں صفات مذمومہ سے متصف بعض تابعین وغیرہ کا پایا جانا ثابت ہے۔ فتح ص۵۷ پھر کئی ایک واقعات اور روایات سے اس امر کو بدلائل ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

ھٰذا والذی قبلہٗ فیھما ردٌّ ایضًا علی من یزعمُ ان المراسیل لم تزل مقبولۃً معمولًا بِھَا۔ کہ اِن میں ان لوگوں کا رد ہے جن کے زعم میں مراسیل ہر حالت میں مقبول اور معمول بہا ہیں۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ص۵۵

پھر آگے ایک اور روایت اور واقعہ لکھ کر فرماتے ہیں۔ ولذا قال شَیخُنَا اِنَّ ھٰذہٖ واللہ قاصمۃ الظھر للمحتجّین بالمرسل اذ بدعۃ الخوارج کانت فی مبدأ الاسلام والصحابۃ متوافرون ثُمَّ فی اصل التابعین فمن بعد ھم وھٰؤُلاء کانوا اذا استحسنوا امرًا جعلوہٗ حدیثًا واشاعوہُ فَرُبمَا سمع الرجلُ الشیءَ فحدّث بہٖ فلم یذکر من حدّثہٗ بہٖ تحسینًا للظنّ ویحملہٗ عنہُ غیرہٗ والذی یحتجُّ بالمقاطیع فیحتجّ بہٖ مع کونہٖ اصلہٗ ما ذکرتُ فلا حول ولا قوّۃ الّا باللہ ...... وبھذا وغیرہٖ ممّا لا تطیلُ بایرادہٖ قویتِ الحجۃُ فی ردّ المرسل وادراجہٖ فی جملۃ الضعیف۔ یعنی ہمارے شیخ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے خدا کی قسم اس سے ان لوگوں کی پیٹھ ٹوٹ گئی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو مرسل سے احتجاج کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ابتدائے اسلام میں جبکہ صحابہؓ بکثرت موجود تھے۔ فتنۂ خارجیہ پیدا ہو چکا تھا۔ پھر تابعین وغیرہ کے زمانہ میں بھی یہ فتنہ قائم تھا۔ اور وہ لوگ وضعی حدیثوں کی اشاعت کرتے رہتے تھے۔ اور بعض لوگ ان احادیث کو سن کر حسن ظنی کی وجہ سے راوی کا نام لئے بغیر آگے بیان کر دیتے تھے۔ اور ان سے اور لوگ وہ روایت لے لیتے تھے۔ اور مقطوع وغیرہ روایت سے حُجّت پکڑنے والے ان سے حُجّت پکڑتے، حالانکہ حقیقت اور اصلیت ان روایتوں کی وہ تھی۔ جو اوپر مذکور ہوئی فلاحول ولا قوۃ الا باللہ پس اِس سے نیز دیگر بہت سی دلائل سے مرسل کا مردود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فتح صفحہ ۵۸

مرسل کے حُجّت ہونے کی ایک یہ دلیل بھی بیان کیگئی ہے۔ کہ تابعی کو اگر متروک راوی کی ثقاہت میں ذرہ بھر بھی شبہ ہوتا۔ تو وہ ضرور اس کا ذکر کرکے بارکذب سے خود بری الذمہ ہو جاتا۔ یہاں تک کہ اِس "حسن ظن" کی وجہ سے "مرسل" کو "مسند" پر بھی ترجیح دے دی گئی ہے۔ سچ ہے "حسن ظن" ہو تو اِس درجہ کا ہو ولا حول ولا قوۃ۔

لیکن ہر صاحب بصیرت، سوچ سکتا ہے کہ "ہماری بحث یہاں پر صرف واقعیت ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ شاید اس نے راوی کا نام صرف اس کا عیب چھپانے کی غرض سے چھوڑا ہو؟" (سیرۃ الشافعی اُردو صفحہ ۱۳۱) چنانچہ جمہور محدثین و علمائے اصول نے اس زعم کو رد کیا ہے۔ فتح صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔ کہ یہ خیالی اور وہمی تعدیل و توثیق صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر اس کا وہ نام لے لیتا تو وہ غیر ثقہ ثابت ہوتا۔ اس لئے کہ بعض دفعہ ایک ہی شخص کسی کی توثیق کرتا ہے۔ باقی سب اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابراہیم بن یحییٰ کی توثیق صرف امام شافعی نے کی ہے۔ باقی تمام محدثین اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔ بلکہ محدّث کا نام نہ لینا تو دل میں اور بھی شبہ پیدا کرتا ہے۔ بل اضراب المحدث عن تسمیتہ ریبۃ توقع ترددا فی القلب۔ (نیز دیکھو تدریب صفحہ ۱۱۳)

علاوہ ازیں یہ ثابت ہے۔ کہ بعض تابعین نے محض اس لئے نام ترک کیا ہے کہ وہ شخص خود ان کے نزدیک بھی قابل ذکر نہ تھا۔ جیسے زہری، وانما یترك من لا یستحب ان یسمیہ (تدریب صفحہ ۶۸)۔

پس عقل و نقل اور واقعات کے صریح خلاف یہ خیال کر لینا۔ کہ متروک کی ثقاہت، راوی کے نزدیک یقینی تھی۔ ہرگز درست نہیں ہے۔ اور اگر اسے درست بھی مان لیا جائے تو بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیادہ سے زیادہ یہ "توثیق مبہم" ہوگی۔ جو عند الجمہور غیر مقبول ہے۔ وَقَدْ مَرَّ ذِکْرُہٗ آنِفًا اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وھٰذا علی الاصح فی المسئلۃ ولھٰذہ النکتۃ لم یقبل المرسل ولو ارسلہ العدل جازمًا بہ لھٰذا الاحتمال بعینہ کہ یہی اصح مذہب ہے۔ اور اسی نکتہ یعنی علتِ متقدمہ کی وجہ سے مرسل قابل قبول نہیں۔ کیونکہ بعینہٖ یہ احتمال اس میں موجود ہے۔ اور علامہ سخاوی لکھتے ہیں لا یکفی علی الاصح۔ فتح صفحہ ۱۵۷ کہ "تعدیل مبہم" کے متعلق صحیح ترین مذہب یہ ہے۔ کہ وہ کافی نہیں[۱]۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ مرسل معتضد کو یعنی وہ مرسل جس کو کسی اور مسند وغیرہ سے تقویت وتائید حاصل ہو جائے قابل احتجاج سمجھنے والوں میں سے بعض نے یہ تصریح کردی ہے۔ کہ اس سے احتجاج محض جائز اور مستحب ہے نہ کہ فرض اور واجب۔ ظفر صفحہ ۱۹۷ تدریب صفحہ ۶۸ پس اگر تمام باتوں کو نظر انداز کر کے مرسل حسن کو صحیح بھی سمجھ لیں تو بھی اس سے استدلال کرنا ضروری نہ رہا۔ اس کے بعد یہ بھی عرض ہے۔ کہ جن بعض لوگوں نے مرسل روایت کو قابل التفات سمجھا بھی ہے۔ تو محض اس صورت میں کہ جب وہ کسی ثقہ تابعی تک باسناد صحیح پہنچے۔ اور اگر اس کے کسی راوی میں ضعف وغیرہ ہو۔ تو پھر وہ بالاتفاق مردود و نامقبول ہے۔ جیسا کہ فتح المغیث میں ہے محل الخلاف فیما قیل اذا لم ینضم الی الارسال ضعف فی بعض رواتہ والّا فھو حینئذٍ اَسْوَءُ حالًا من مسندٍ ضعیفٍ جزمًا۔ کہ جب اس کے کسی راوی میں ضعف ہو تو پھر یہ یقینًا ضعیف سے ضعیف مسند روایت سے بھی نہایت ہی بد تر حالت میں ہوگی۔ (فتح صفحہ ۵۵) اور ملّا علی قاری لکھتے ہیں کہ اگر مرسل روایت کی سند صحیح نہ ہو تو پھر بالاتفاق وہ مردود اور ناقابل اعتماد ہے۔ فلا اعتماد علی عماد الاسناد۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۲) سو اس جہت سے بھی پیش کردہ روایت پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہے کیونکہ اوّل تو اس کی اسناد ہی نہیں صرف اتنا ہی بعض تفاسیر میں درج ہے۔ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم.... الخ اور اس سے قبل جو سلسلہ اسناد مذکور ہے تو وہ صرف آیت انی متوفیک کے معنے

---

[۱] ہاں حضرت امام بخاری وغیرہ کی توثیق وتعدیل اس سے مستثنیٰ ہے (فتح صفحہ ۵۸) مگر اس بحث کا یہ موقعہ نہیں۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وفاۃ المنام بتانے کے متعلق ہے ورنہ سلسلہ اسناد میں جب عن الحسن موجود تھا تو پھر قال الحسن قال رسول اللہؐ ... الخ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ وقال رسول اللہؐ ... الخ یا وانہ قال قال رسول اللہ ... الخ کہنا مناسب تھا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے پچھلی عبارت سے قدرے فاصلہ پر یہ فقرہ لکھا ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ اوپر کا سلسلہ اسناد اس روایت کو بھی شامل ہے۔ تو پھر بھی یہ قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے قریباً تمام راوی مجروح ہیں۔

رسالہ الحق الصریح وغیرہ میں یہ روایت اس طرح درج ہے :- قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبد الرحمٰن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ انّی متوفیک یعنی وفاۃ المنام الخ اس میں حضرت حسن سے نیچے کے چار راوی یعنی احمد بن عبد الرحمٰن عبد اللہ بن ابی جعفر، ابو جعفر اور ربیع بن انس سب مجروح ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ چنانچہ احمد بن عبد الرحمٰن کے متعلق جرح و تعدیل کے مشہور امام ابن عدی کہتے ہیں کہ مصر کے تمام محدثین کا اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ قال ابن عدیؒ رأیت شیوخ مصر مجمعین علیٰ ضُعفہ۔ (میزان الاعتدال جلد اوّل صفحہ ۴۶ وتہذیب التہذیب جلد اوّل صفحہ ۵۵ اور ابو سعید بن یونس نے کہا ہے۔ کہ ہمارے نزدیک اس کی روایت حُجت نہیں۔ اور ابن احزم کہتے ہیں کہ پچاس برس کی عمر کے بعد ان کے دماغی خلل میں ہمیں قطعاً شک نہیں مُسلم کے مصر سے خروج کے بعد یہ مبتلا ہوئے تھے۔ قال ابو سعید بن یونس لاتقوم بحدیثہ حجۃ قال ابن الاحزم نحن لانشک فی اختلاطہ بعد الخمسین وانما ابتلی بعد خروج مسلم من مصر۔ (تہذیب)

عبد اللہ بن ابی جعفر کے متعلق محمدؐ بن حمید محدّث کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس سے دس ہزار حدیثیں سُن کر ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیں اور وہ فاسق تھا۔ اور علّامہ ابن عدی کہتے ہیں۔ کہ یہ اپنی بعض روایتوں میں منفرد ہوتا ہے یعنی ان کی تائید کسی اور روایت سے نہیں ہوتی۔ قال محمدؐ بن حمید سمعت منہ عشرۃ الاف حدیث فرمیت بہا کان فاسقاً۔ وقال ابن عدی من حدیثہ مالا یتابع علیہ۔ میزان جلد ۲ صفحہ ۲۶ اور تہذیب میں ہے۔ کہ وہ فاسق تھا۔ اس کی وہ روایت جو اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باپ ابو جعفر سے بیان کرے ہرگز قابل اعتبار نہیں (پیش کردہ روایت وہ اپنے باپ ہی سے بیان کرتا ہے) اور علامہ ساجی کہتے ہیں کہ اس میں ضعف ہے۔ کان فاسقاً یعتبر حدیثه من غیر روایته عن ابیه قال الساجی فیه ضعف۔ (تہذیب جلد ۵ صفحہ ۱۷۷)

ابو جعفر کے متعلق لکھا ہے۔ لیس بقوی فی الحدیث فیه ضعف سیئ الحفظ یَہِمُ کثیراً لیس بمتقن وقال النسائی لیس بالقوی قال ابو عبد الله فابتُلِیَ ابو جعفر حتی لبس السود۔ قال العجلی لیس بالقوی۔ (تہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۵۷) یعنی وہ حدیث میں قوی نہیں، وہ ضعیف ہے۔ حافظہ بہت بُرا تھا۔ نہایت وہمی تھا۔ امام نسائی اور علامہ عجلی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں۔ ابو عبد اللہ نے کہا ہے۔ کہ اس کی عقل میں فتور آگیا تھا۔ اور میزان میں ہے۔ قال احمد والنسائی لیس بالقوی امام احمد اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں۔ پھر لکھا ہے۔ کہ وہ مشاہیر سے منکر روایتیں بیان کرنے میں منفرد سیئ الحفظ اور بہت وہمی ہے وغیرہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۴

ربیع بن انس کے متعلق لکھا ہے۔ قال ابن معین کان یتشیع فیفرط قال ابن حبان الناس یتقون من حدیثه ما کان من روایة ابی جعفر عنه لان فی احادیثه عنه اضطراباً کثیراً۔ (تہذیب جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ وتقریب صفحہ ۱۲۱) یعنی علامہ ابن معین نے کہا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ اور افراط کیا کرتا تھا۔ علامہ ابن حبان محدث کہتے ہیں۔ کہ جو روایت اس سے ابو جعفر کے واسطے سے آئے لوگ اس سے بچتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اضطراب بہت ہوتا ہے۔ (روایت زیر بحث ابو جعفر ہی نے اس سے بیان کی ہے) اور تقریب میں ہے لہٗ اوھام رُمِیَ بالتشیُّع کہ وہ وہمی تھا اور اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ صفحہ ۱۲۱۔

ناظرین غور فرمائیں۔ کہ اگر کسی مرسل کے ایک راوی میں ضعف ثابت ہو جائے تو وہ روایت ضعیف سے ضعیف مسند روایت سے بدتر قرار پاتی ہے تو جہاں تانا ہی بگڑا ہوا اور آوا ہی اوت گیا ہو یعنی جس کے قریباً تمام راوی مجروح اور ضعیف ہوں۔ اس کا کیا حشر ہوگا؟

ہاں تین باتوں سے اس روایت کو سہارا دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخر پر میں چاہتا ہوں۔ کہ ان کی حقیقت بھی واضح کر دوں۔

پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ حضرت حسن بصری کو ستر بدری صحابہؓ سے ملاقات ثابت ہے،

تقریب میں ہے کہ وہ خطا کرتا تھا۔ یخطی من التاسعة صفحہ ۱۹۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسری یہ کہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سوائے چند ایک کے باقی ان کی ہر مرسل کی کوئی نہ کوئی اصل پائی گئی ہے۔

اور تیسری بات یہ کہ جس روایت میں حضرت حسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ وہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سُنی ہوتی ہے۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ کسی بدری صحابی سے ان کی محض ملاقات ثابت ہوجانا امر زیر بحث پر ہرگز اثر انداز نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ علی الخصوص پیش کردہ روایت کے متعلق یہ ثابت کیا جائے۔ کہ انہوں نے فلاں بدری صحابی سے سُنی تھی۔ محض ملاقات بلکہ مطلق سماع کا ثبوت بھی کافی نہیں۔ لیکن میں دکھاتا ہوں کہ محققین اور ماہرین فن کے نزدیک ۔ ۷ بدری صحابہؓ سے ان کی ملاقات بھی ثابت نہیں۔ چنانچہ تہذیب میں ہے کہ علامہ ابو زرعہ سے پوچھا گیا۔ کیا حسن نے کسی بدری سے کچھ سُنا ہے۔ کہا صرف عثمانؓ اور علیؓ کو معمولی دیکھا ہے۔ یعنی کسی بدری سے سُنا کچھ نہیں۔ سئل ابو زرعة ھل سمع الحسن احدا من البدریین قال رآھم رویة رئ عثمان وعلیاً۔ (جلد ۲ صفحہ ۲٦٦)

پھر لکھا ہے۔ قال السائل فھٰذا الذی یقوله اھل البصرة سبعون بدریا قال ھٰذا کلام السوقة، حدثنا حماد بن زید عن ایوب قال ما حدثنا الحسن عن احد من اھل بدر مشافھة۔ یعنی یہ جو بصری لوگوں نے کہا ہے۔ کہ ان سے ستر بدری صحابہؓ ملے ہیں۔ یہ بازاری اور ساقط الاعتبار لوگوں کی بات ہے۔ حماد بن زید نے ایوب کی زبانی ہمیں خبر دی ہے کہ ہمارے سامنے کبھی کسی بدری صحابی سے حضرت حسن نے روایت بیان نہیں کی (تہذیب جلد ۲ صفحہ ۲٦٧)

اور ہمام بن یحیٰی کہتے ہیں۔ کہ حضرت قتادہ نے کہا۔ خدا کی قسم حسن نے ہمارے روبرو کبھی کسی بدری سے روایت نہیں کی۔ قال ھمام بن یحیٰی عن قتادة واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافھةً۔ (ایضاً صفحہ ۲٦٦) معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن بصری کے بعض بصری عقیدتمندوں نے ان کی شان اور فضیلت میں زیادتی کرنے کے لئے جب یہ بات مشہور کرنا شروع کر دی تو بعض واقف حال لوگوں کو قسمیں کھا کھا کر اس اس غلط امر کی تردید کرنا پڑی۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ اب تک بھی اس خیال پر جمے ہوئے ہیں۔ پیر گولڑوی صاحب نے ایک تصوّف کی کتاب میں سے حضرت حسن کا یہ قول نقل کیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ مَیں نے ستّر بدری صحابہؓ کو پایا ہے۔ مگر اوّل تو اس میں ان سے سماع کا ذکر بلکہ اشارہ تک نہیں دوسرے اس روایت کا ماخذ اور راوی مذکور نہیں۔ تیسرے اس میں ہے۔ کہ وہ ستّرؓ کے ستّر صحابہؓ صوف کے لباس میں ملبوس تھے۔ مگر ایک ہی وقت میں ستّر صحابہؓ کا اس ایک ہی لباس (یونیفارم) کا ہونا ماننے میں نہیں آتا۔ کیونکہ ان تکلفات کا نہ وہ زمانہ تھا اور نہ صحابہؓ کی بے تکلف زندگیوں میں اس قسم کے مظاہروں کا اہتمام تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صحیح روایات میں اُن کے اس لباس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ پس یہ روایت کسی صورت میں ماننے کے قابل نہیں۔ ہاں کوئی صحیح معتبر اور یقینی ثبوت ان کے ، ، بدری صحابہؓ سے ملاقات اور سماع کا پیش کرنا چاہیئے۔ مگر یہ ملحوظ رہے کہ محض رویت سے ملاقات اور ملاقات سے سماع لازم نہیں آتا۔ اور پھر سماع اس بات کو مستلزم نہیں کہ ان کی ہر مرسل اسی صحابی سے مسموع ہو۔ کیونکہ امکان سے وقوع لازم نہیں آتا۔ پس بعض بدریوں کو دیکھنا یا ان سے ملاقات بلکہ سماع ثابت ہو جانے سے بھی مخالفین کا دعویٰ بالیقین ثابت نہیں ہو سکیگا۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے۔ کہ ان "مُتصل اصل" پانے والوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا۔ کہ مَیں نے ان کی ہر مرسل کی اصل پائی ہے۔ بلکہ ان سب نے یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ ان کی بعض مراسیل ایسی ضرور ہیں۔ کہ جو بے اصل اور بے نام و نشان محض ہیں۔ چنانچہ ابن المدینی نے "چند" اور ابوزرعہ[1] نے چار اور یحییٰ بن سعید القطان نے دو ایک کو بے اصل قرار دیا ہے۔ پس ایسی صورت میں ان کی اس مرسل کو بالجزم بطور حُجت پیش کرنا کہاں کی عقل اور علمیت ہے؟ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ان چند یا علی الاقل دو بے اصل مراسیل میں سے ایک یہ ہو۔ فاین المفرّ۔

علاوہ اس کے یحییٰ القطان کے اس قول کو حضرت شیخ الاسلام نے علی الاطلاق قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت حسن نے جن مراسیل کو جزم اور یقین کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان میں سے سوائے دو کے باقی کی کوئی نہ کوئی اصل پائی گئی ہے۔ چنانچہ تدریب میں یحییٰ کا یہ قول درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔ قال شیخ الاسلام ولعله اراد ماجزم به الحسن۔ ص ۶۹ ۔ نیز ان کی "اصل" پانے کے ضروری معنے تو نہیں۔

---

[1] یہ وہی ابوزرعہ ہیں جنہوں نے حضرت حسن بصری کے حضرت علیؓ سے سماع کا انکار کیا ہے کما سیأتی کیا ان کی یہ تحقیق بھی قبول کی جائے گی؟ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ وہ اعلیٰ درجہ کے اور ثقات راویوں سے مروی پائی گئی ہیں بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ضعیف، مجروح اور معمولی درجہ کے رواۃ مراد ہوں۔ گویا "اصل" سے مراد "اصلِ ضعیف" بھی ہو سکتی ہے۔ نہ صرف قوی یا مراد ایسی مراسل ہو سکتی ہیں۔ کہ جو باسناد صحیح حضرت حسن تک پہنچی ہوں۔ نہ کہ پیش کردہ روایت کی طرح ضعیف الاسناد اور مجروح جیسا کہ ابن مدینی نے تصریح کر دی ہے کہ حسن کی وہ مراسیل صحیح اور با اصل ہیں۔ کہ جو بروایت ثقات مروی ہیں سوائے چند کے۔ پھر یحییٰ کی طرف منسوب کردہ قول میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ میں نے حسن کی سب مراسیل کی اصل پائی ہے۔ سوائے ایک یا دو کے۔

اب اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے ایک یا دو کیوں کہا۔ تعیین کیوں نہیں کر دی۔ کیونکہ یا تو انہیں ایک روایت کی اصل نہیں ملی ہوگی یا دو کی۔ پھر اس شک کے کیا معنے؟ پس اس سے شبہ پڑتا ہے۔ کہ غالباً یہ قول ان کی طرف منسوب کرنے میں کسی سے غلطی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

علاوہ ازیں کسی کے اتنا کہہ دینے سے کہ میں نے فلاں روایت کی اصل پائی ہے اس روایت کی صحت پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ "توثیق مبہم" ہے جو غیر مسلم اور غیر مقبول ہے۔ کما ثبت فی موضعہ۔

تیسری بات کا جواب یہ ہے۔ کہ اکیلے یونس بن عبید کی بات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً جبکہ ان کے قول کی تردید اوپر کے مذکورہ اقوال سے ہو رہی ہے۔ جن میں حلفیہ یہ کہا گیا ہے۔ کہ حضرت حسن بصری نے کسی بدری سے روایت نہیں کی۔ اور چونکہ حضرت علیؓ بھی بدری ہیں لہٰذا ان سے ان کی کوئی روایت نہیں مانی جا سکتی۔ لیکن اس عمومی تردید کے علاوہ خصوصی تردید یعنی علی الخصوص حضرت علیؓ سے عدم سماع و عدم روایت کا ثبوت بھی موجود ہے۔ چنانچہ تہذیب میں ہے۔ کہ حضرت امام ترمذیؒ ایسے محدّث فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت نہیں قال الترمذی لا یعرف لہ سماع من علی۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۶۵) اور علامہ ابو زرعہ سے کسی نے پوچھا۔ کہ کیا حضرت حسن نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے کوئی حدیث سُنی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ قیل ھل سمع منھما قال لا (جلد ۲ صفحہ ۲۶۶) اور حضرت مُلّا علی قاری اپنی کتاب "المصنوع فی الاحادیث الموضوع" میں بڑے زور سے لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصری نے کبھی کچھ نہیں سُنا۔ ان الحسن لم یسمع من علیؓ (صفحہ ۲) بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ائمۃ الحدیث کے نزدیک بھی حضرت علیؓ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کا سماع ثابت نہیں۔ ان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعاً (موضوعات کبیر صفحہ ۶۲)

پھر یہی تحقیق حضرت امام شوکانی کی کتاب "فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعۃ" میں مرقوم ہے۔ بلکہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ علامہ ابن حجر علامہ دمیاطی، ذہبی، ابوحیان، علائی، عراقی اور ابن ناصر وغیرہ ایسے حفاظ حدیث کی بھی یہی تحقیق ہے وقد صرح بمثل ماذکرہ ابن حجر جماعة من الحفاظ۔ کالدمیاطی والذہبی وابی حیان والعلائی والعراقی وابن ناصر۔ دیکھو صفحہ ۸۹ نیز دیکھو مجمع البحار (مصنفہ امام محمد طاہر گجراتی) جلد ۳ صفحہ ۵۱۸ و جامع ترمذی صفحہ ۲۲۴ مطبع دہلی باب۔ ماجاء فیمن لایجب علیہ الحد۔

پس جبکہ خصوصیت سے حضرت علیؓ کا نام لیکر اہل فن یعنی حضرت امام ترمذی، امام محمد طاہر گجراتی، علامہ ملا علی قاری علامہ ابوزرعہ اور قاضی شوکانی وغیرہ نے یہ کہدیا کہ حسن بصری کو قطعاً ان سے سماع نصیب نہیں ہوا۔ تو اب یونس یا کسی اور کے قول کو کیونکر قبول کیا جاسکتا ہے، پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یونس کی طرف منسوب کردہ روایت کی صحت پر یقین کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟ اور اگر اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر ائمة الاصول کے اس قول کے کیا معنے ہونگے۔ کہ حضرت حسن بصری نے بہت سے صحابہؓ سے ارسال کیا ہے ارسل عن خلق من الصحابة (خلاصہ صفحہ ۷۷) کیونکہ یونس کے قول کے مطابق تو ہر مرسل حضرت علیؓ ہی سے ماننا ہوگی۔

پھر اس روایت کے باطل ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اس میں حضرت علیؓ کا نام نہ لینے کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے۔ کہ حضرت حسن بصری ایسا صوفی منش اور فانی انسان، حجاج سے ڈرتا تھا۔ اور کہتا تھا انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیاً کہ میں زمانہ حجاج میں ہونے کی وجہ سے یہ استطاعت، طاقت اور جرأت نہیں رکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتے وقت علیؓ کا نام لے سکوں۔ مگر اس جری اور بہادر انسان کی طرف یہ بزدلانہ بات وہی منسوب کرسکتا ہے۔ جو ایمان کے اعلیٰ مدارج پر نہ پہنچا ہوا ہو۔ آپ کے متعلق تو لکھا ہے۔ کہ وہ جامع عالم، رفیع المنزلت، مامون، عابد، ناسک، کثیر العلم، فصیح (خلاصہ صفحہ ۷۷) علم و عمل میں نمونہ اور عظیم القدر تھے (میزان جلد اول صفحہ ۲۱۶) بلکہ یہاں تک کہ وہ اپنے زمانہ میں بہادر ترین انسان تھے۔ کان الحسن شجاعاً من اشجع زمانہ (خلاصہ صفحہ ۷۷ و تہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

مگر کیا یہ روایت ان کی مذکورہ صفات یعنی شجاعت اور بہادری وغیرہ پر دلالت کرتی ہے یا معاذ اللہ ان کے بزدل اور ڈرپوک ہونے پر مہر لگا رہی ہے۔ ناظرین کے لئے خود حجاج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہی کے سامنے ان کی جراُت مومنانہ کی دو مثالیں لکھتا ہوں۔

(۱) مشاہیر اسلام حصہ اوّل میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت حسن کے وعظ میں، حجاج "مع اپنے خدم وحشم اور جاہ وجلال کے ننگی تلوار لیکر آگیا۔ اور بیٹھ کر وعظ سننے لگا۔ ایک شخص کے دل میں معاً خیال گذرا۔ کہ دیکھئے، حسن پر حجاج کا رُعب غالب آتا ہے یا نہیں۔ اور وہ وعظ میں لغزش کھاتے ہیں یا نہیں۔ لیکن حضرت خواجہ حسن نے حجاج اور اس کے خدم وحشم پر نظر تک نہ کی۔ اور بدستور وعظ جوش وخروش سے جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وعظ ختم ہو گیا۔ اور اس شخص نے جس کے دل میں یہ خیال فاسد گذرا تھا۔ کہا، واقعی حسن، حسن ہے۔ بعد اختتام وعظ کے حجاج بھی آپکے پاس آیا۔ اور آپکے ہاتھ چوم کر لوگوں سے کہا۔ اگر مردوں میں سے کسی کو دیکھنا چاہتے ہو تو حسن کو دیکھو"۔ (صـ۲۷)

(۲) اخبار العدل لکھتا ہے۔ "تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن حضرت خواجہ حسن بصری جامع ابی عاصم میں "اعلان حق" کی فضیلت پر وعظ کر رہے تھے۔ اتنے میں حجاج بن یوسف آپ کی محفل میں حاضر ہوا۔ اور ایک امتیازی شان کے ساتھ ایک قالین پر بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھا اور ارشاد فرمایا۔ اس محفل میں بعض ایسے آدمی بھی موجود ہیں۔ جو اپنی ہستی کو مرتبۂ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں ایک معمولی مسلمان کی حیثیت ایک حقیر مچھر سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ ان کے حضور میں غریبوں کا بیٹھنا ممنوع ان کے سامنے بولنا گناہ اور ان کے کسی کام پر ادنیٰ سا اعتراض بھی موجب قتل ہے۔ اگر کوئی غریب مسلمان آزادی کے ساتھ ان کے سامنے بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ تو ان کے چہرے مارے غیظ وغضب کے درندوں کی طرح خونخوار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کسی طرح اپنے غیظ وغضب کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اسلام نے شخصیت پرستی کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ اور شخصی استبداد کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا ہے۔ خدائے قدوس کا ارشاد ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یہ ہے وہ صدائے حق جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے۔ اور جس نے اسلامی جباریت کے طلسم کو پاش پاش کر دیا۔ اسلام کی نظر میں امیر وغریب سب برابر ہیں۔ ان کے نزدیک اگر کوئی چیز وجہ امتیاز ہو سکتی ہے۔ تو صرف تقویٰ اور حُسن عمل ہے۔ پھر اے فنا ہونے والو انسانو! کیوں اپنی فانی قوتوں پر غرور کرتے ہو۔ اور کیوں اِس بات کی آرزو کرتے ہو۔ کہ تمھیں امیر المسلمین کہکر پکارا جائے۔ حالانکہ قوم تمھاری حکومت سے راضی نہیں ہے حضرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یحیٰی بن سعید خطیب بصرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حسن بصری جب یہ تقریر کر رہے تھے۔ تو اکثر حاضرین کو یہ یقین تھا کہ حجاج ان کے قتل کا حکم صادر کریگا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اور خاموش ہو کر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد حجاج نے خواجہ حسن بصری کو خط لکھا۔ اور اس میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن خواجہ صاحب نے اس خط کے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھ نے چھوا ہے۔ میں اسے چھونا نہیں چاہتا۔ جب پڑھ کر سنایا گیا تو آپ نے اس کی پشت پر یہ جواب لکھوا دیا۔ خدا کے مغرور بندے حجاج کو معلوم ہو۔ کہ غریب تیرے ظلم سے تنگ آ گئے ہیں۔ اور میں تجھ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس جواب کو پڑھ کر حجاج نے آپ کو فوراً گرفتار کرا لیا۔ جب آپ اسکے اجلاس میں پہنچے۔ تو اس نے پوچھا "اب میرے لئے کیا کہتے ہو" خواجہ صاحب نے فرمایا۔ بے شک قوم تیری حکومت سے راضی نہیں ہے۔ اور یقیناً تو نے غریبوں پر ظلم کیا ہے۔ میں ظالم ہوں۔ اگر تجھے ظالم کہکر نہ پکاروں۔ حجاج ان الفاظ کو سنکر متاثر ہوا۔ اور اس نے خواجہ صاحب کو رہا کر دیا۔ اس اعلان حق میں ہمارے لئے درس عبرت ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ ہم تیغوں کے سائے میں بھی اعلان حق کرتے تھے۔"

(العدل صفحہ ۶ ۲۶ جون ۱۹۳۵ء)

کیا ایسے انسان کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ حجاج کے ڈر اور رعب کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام نہ لے سکتا تھا۔ لا حول ولا قوۃ۔

اور پھر یونس کو بتا دینے سے کیا افشائے راز کا ڈر نہ تھا؟ اور کیا اگر یونس کو بتا سکتے تھے۔ تو اپنے باقی احباب خاص سے کبھی اس کا تذکرہ نہ کر سکتے تھے۔

بخوف طوالت اسی پر بس کرتا ہوں۔ ہاں بشرط ضرورت و فرصت انشاء اللہ کچھ اور بھی اس کے متعلق عرض کرونگا۔ والسلام

خاکسار

تاج الدین لائلپوری۔ مولوی فاضل

از قادیان دارالامان

احباب کرام! ریویو اردو کی توسیع اشاعت کے لئے نہایت دلی توجہ کو سعی فرما دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کتابُ التوحید

(بجواب رسالہ)

اثبات التثلیث فی التوحید

(نمبر ۳)

(از حضرت سید محمد اسحٰق صاحب)

الدّلیل الثّانی

پادری عبد الحق صاحب کی دوسری دلیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ یہ دلیل چودہ باتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے ہر حصہ پر نمبر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ہر نمبر کا جواب الگ الگ دیا جا سکے۔ اور ناظرین آسانی سے ہر حصہ کا جواب سمجھ لیں وباللہ التوفیق:-

"اگر واجب تعالیٰ کے لئے وحدت عددی مانی جاوے۔ تو اوّل[1] تو وہ بے عدد[2] بے حد نہ رہا۔ دوم چونکہ واحد عدد کا بعض ہے۔ اس لئے ذات واجب تعالیٰ کے لئے تبعیض[3] لازم آئیگی۔ نیز عدد[4] کلی متکرر النوع ہے ازیں ممر کہ مثلاً عدد عشرہ عشر وحدات یا احاد سے مرکب ہے۔ اور ان وحدات میں کی ہر وحدت کی وحدت معروض بوحدت ہے۔ کیونکہ ہر وحدت واحد ہے پس مجموع وحدات معروضہ مجموع وحدات عارضہ کیلئے معروض ہوگا۔ اور مجموع وحدات عشرہ ہے۔ پس عشرہ عارض عشرہ کیلئے ہوگا۔ پس عشرہ متکرر النوع ہوگا۔ اور اسی طرح ہر واحد کا واحد اس واحد پر بحمل عرض محمول ہے پس وحدات محمولہ مجموع عشرہ ہے۔ جیسے کہ وحدات موضوعہ مجموع عشرہ ہے پس عشرہ بحمل عرض علیٰ نفسہ محمول ہونے کی جہت سے متکرر النوع ہوگا اور ہر کلی متکرر النوع اعتباری ہوتی ہے کیونکہ اگر متکرر النوع امور انتزاعیہ سے نہ ہو بلکہ موجود فی الخارج ہو اور اپنی ذات اور عارض ذات کیلئے عارض ہو تو یہ عروض دو حال سے خالی نہ ہوگا انضمامی ہوگا یا انتزاعی۔ شق اوّل انضمامات غیر متناہیہ چاہتی ہے۔ اور یہ مستلزم ہے کہ اشخاص موجودہ منضم فی الخارج مترتب بہ ترتیب طبیعی ہوں کیونکہ اگر اس کا فرد پایا جاوے اور اس کے لئے ایک عارض ہو اور یہ فرد بھی موجود ہو تو اس عارض کیلئے ایک فرد عارض ہوگا علیٰ ہذا القیاس۔ پس تسلسل لازم آئیگا۔ اور شق ثانی بھی باطل ہے۔ کیونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موجود خارجی انتزاعی نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ عدد امور انتزاعیہ سے ہے۔ اور لہٰذا زیں جہت امر اعتباری ہے پس اگر واجب تعالیٰ کے لئے وحدت عددی مانی جاوے تو ایسی وحدت اعتباری ہوگی نہ کہ حقیقی۔ اور محاسبین کے نزدیک تو واحد کوئی حقیقی عدد ہی نہیں بلکہ کمیت اشیاء کی تفہم و تفہیم کے لئے شئے مفروض ہے کیونکہ ان کے نزدیک عدد وہ ہے جو اپنے بالائی اور زیریں دو طرف کا نیمہ مجموع ہو جیسے دو کا عدد ایک اور تین کا نصف ہوگا اور تین کا عدد دو اور چار کا نصف وقس علیٰ ھذا۔ پس وحدت بغیر کثرت کے کوئی شئے ہی نہیں۔ اور اگر[۴] ذات واجب تعالیٰ[۵] میں کثرت کا ہونا معیوب ہے تو اس میں قلّت کا پایا جانا ضرور ہی معیوب ہوگا اور کثرت میں افراط کا اندیشہ ہے تو احدیت میں تفریط کا خدشہ ہے اور جس[۶] طرح کثیر کا تجزیہ ہو سکتا ہے اسی[۷] طرح واحد کا بھی تجزیہ ہو سکتا ہے کیونکہ جیسے کثیر مجموعہ سالمات ہے واحد مجموعہ کسور ہے اور طرفہ یہ ہے کہ مخلوق تو وحدت و کثرت دونوں سے متصف ہے مگر خالق میں وحدت محضہ مانی جاتی ہے۔ اور حق[۸] یہ ہے کہ جس طرح واجب تعالیٰ کی ذات پاک مکان و غیر مکان ہمہ جا حاضر اور زمان و غیر زمان ہر آن موجود ہے اسی طرح وہ وحدت و کثرت دونوں کو شامل ہے یعنی جیسے کہ مختص بالمکان والزمان نہیں ویسے ہی وہ مختص بالعدد بھی نہیں ورنہ وحدت[۹] محض یا کثرت محض کے ساتھ تعیین کرنے سے اس کی کمیّت لازم آئے گی۔ حالانکہ اس کی ذات اقدس کمیّت مقدار سے پاک ہے پس[۱۰] اگر غیر مسیحی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اکثر کہنا جائز نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اور واحد دو کو کہنا ناجائز ہے۔ کیونکہ جیسے[۱۱] کثیر ہونے سے معروض للعدد ہوگا ویسے ہی واحد ہونے سے بھی معروض للعدد ہوگا پس ذات واجب[۱۲] تعالیٰ تعیین و تعدد کی رو سے نہ واحد ہے نہ کثیر۔ نہ زوج ہے نہ فرد۔ بلکہ اس[۱۳] کی وحدت اس معنی کی ہے کہ وہ اپنی ذات میں بے مثل و بے مثنیٰ اور بلا شریک و بے عدیل و بے سہیم ہے اور کثرت[۱۴] اس کی ذات میں بحیثیت اقانیم باطنیہ کے ہے نہ کہ بہ اعتبار تعدد[۱۵] کثر متخالفہ و متبائنہ کے“۔

الجواب

ناظرین! آپ نے پادری صاحب کی دوسری دلیل مطالعہ فرمائی۔ یہ دلیل چونکہ چودہ امور پر مشتمل ہے اس لئے ہر امر کو نمبر وار لکھ کر اس کا جواب ہدیہ ناظرین کرتا ہوں غور سے پڑھیں اور محظوظ ہوں۔

الامر الاوّل

اگر واجب تعالیٰ کے لئے وحدت عددی مانی جاوے تو وہ بے عدّ نہ رہے گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجواب الاوّل

اگر ذات واجب تعالیٰ میں وحدت عددی ماننے سے وہ بے عدّ نہیں رہتا تو توحید فی التثلیث کے عقیدہ سے بھی وہ بے عدّ نہیں رہ سکتا کیونکہ جس طرح ایک کہنا عدد کا اظہار کرنا ہے اسی طرح ایک میں تین اور تین میں ایک کہنا یہ بھی عدد ہی کا اظہار ہے نہ کہ کچھ اور پس اس عقیدہ سے بھی وجود باری تعالیٰ بے عدّ نہ رہے گا۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

الجواب الثانی

ایک دہریہ اگر ہم سے سوال کرتا ہے کہ اس دنیا کو کس نے بنایا؟ ہم کہتے ہیں کہ خدا نے۔ وہ پوچھتا ہے کہ خدا کتنے ہیں؟ ہم جواب دیتے ہیں کہ وہ ایک ہے۔ اس پر پادری عبد الحق صاحب فوراً بول اُٹھتے ہیں کہ خدا کو ایک نہ کہو۔ کیونکہ اِس سے اُس کے عدد کا اظہار ہوگا اور اس طرح خدا بے عدّ نہ رہے گا۔ اس کے جواب میں ہم پادری صاحب کو کہینگے کہ بہت اچھا اس دہریہ سے آپ خود بات کریں ہم خاموش ہو جاتے ہیں۔ وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ خدا ایک ہے یا زیادہ؟ آپ فرماوینگے کہ نہ وہ ایک ہے اور نہ وہ کثیر۔ وہ پوچھیگا کہ پھر وہ کیا ہے؟ آپ کہینگے۔ وہ ذات میں واحد اور با اقانیم میں کثیر۔ وہ سوال کریگا کہ اس کے اقانیم کتنے ہیں؟ آپ لامحالہ کہینگے کہ اس کے اقانیم تین ہیں۔ وہ کہے گا کہ کیا تین عدد ہے یا نہیں؟ آپ کو لازماً کہنا پڑیگا کہ ہاں تین تو یقیناً عدد ہے۔ وہ کہیگا کہ پھر ذات الٰہی کے اقانیم بے عدّ نہ رہے۔ اور چونکہ ذات باری میں صرف تین اقانیم ہی ہیں اس لئے اُن کے بے عدّ نہ رہنے سے خود ذات باری بے عدّ نہ رہی بلکہ باعدّ ہو گئی۔

خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ مکابرہ کر کے اگر عیسائی خدا کو واحد یا کثیر نہ کہیں مگر اقانیم کو تو لازماً وہ تین کہتے ہیں اور چونکہ تین عدد ہے اس لئے اقانیم بے عدّ نہ رہے اور چونکہ خدا میں تین ہی اقانیم ہیں اس لئے ان کے بے عدّ نہ رہنے سے خود خدا تعالیٰ بے عدّ نہیں رہتا اور اس طرح توحید کے قائلین پر جو اعتراض کیا گیا تھا وہی بعینہٖ خود تثلیث کے ماننے والوں پر عاید ہوتا ہے۔

الجواب الثالث

ہم پادری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو واحد بمعنے ایک کہنے سے وہ بے عدّ نہیں رہتا تو بتاؤ اب کتنے ہیں؟ سب عیسائی کہینگے کہ ایک۔ ہم پوچھینگے کہ ابن کتنے ہیں؟ جواب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملیگا۔ کہ ایک اور صرف ایک۔ ہم سوال کرینگے۔ کہ روح القدس کتنے ہیں؟ عیسائی کہینگے۔ کہ ایک اور محض ایک۔ پس اگر خدا کو واحد بمعنی ایک کہنے سے وہ بے عدد نہیں رہتا تو ایک باپ ایک بیٹا اور ایک روح القدس کہنے سے بھی وہ تینوں بے عدد نہ رہینگے۔ اور چونکہ ذات باری نام ہے باپ۔ بیٹے اور روح القدس کا۔ اور وہ سب ایک ایک ہو کر بے عدد نہ رہے اس سے خود واجب تعالیٰ بے عدد نہ رہا۔

خلاصہ یہ کہ پادری صاحب کج بحثی کر کے خدا کو واحد بمعنی ایک قرار نہیں دیتے۔ مگر اب۔ ابن اور روح القدس کو تو واحد بمعنی ایک قرار دیتے ہیں۔ اور چونکہ بقول پادری صاحب جو ایک ہو وہ بے عدد نہیں رہتا اس لئے باپ۔ بیٹا اور روح القدس ایک ایک ہونے کی وجہ سے سب کے سب بے عدد نہ رہے۔ اور چونکہ واجب تعالیٰ میں یہی تین اقانیم ہیں اس لئے انکے بے عدد نہ رہنے سے وہ خود بھی بے عدد نہ رہیگا ✦

الجواب الرابع

پادری صاحب کو اعتراض ہے۔ کہ خدا کو واحد بمعنی ایک کہنے سے وہ بے عدد نہیں رہتا۔ اس پر جب ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ پھر آپ بھی تو اُسے واحد کہتے ہیں۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ ہم واحد کے معنے ایک ہونا نہیں لیتے بلکہ واحد سے ہماری مراد بے نظیر و بے شریک ہونا ہے (دیکھو صفحہ)

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ بے شک خدا بے نظیر و بے شریک ہے۔ مگر یہ بالکل غلط ہے کہ واحد کے معنی بے نظیر ہونے کے ہیں۔ کیونکہ بائیبل میں واحد سے مراد واحد عددی ہے۔ تبھی تو بائیبل میں لکھا ہے کہ:۔

”تب اس نے فرمایا۔ کہ مَیں خداوند تیرا خدا ہوں۔ جو تجھ کو مصر کی زمین سے اور غلام خانے سے باہر لایا۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو“ (استثنا باب ۵ آیت ۶-۷)

اس حوالہ سے صاف معلوم ہوا۔ کہ بائیبل خدا کو واحد بمعنی بے نظیر نہیں کہتی۔ بلکہ واحد سے اس کی مراد ایک ہونا ہے۔ تبھی تو فرماتی ہے۔ کہ ”تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو“۔ اس حوالہ میں ”دوسرا“ کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ واحد کے معنے عدداً ایک ہونا ہے۔ ورنہ اس کا دُوسے کیا مقابلہ؟ دُو اور دوسرا تو پادری صاحب کے نزدیک بھی عددیت پر دلالت کرتے ہیں۔ پس واحد سے مراد بے نظیر ہونا نہیں۔ بلکہ واحد بمعنی ایک ہونا ہے۔ جو کہ دُو یا دوسرے کی ضد ہُوا کرتا ہے ✦

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجواب الخامس

بے شک خدا واحد بمعنی ایک ہے۔ اور ایک سے مراد عددی وحدت ہے۔ اور اس طرح بے شک خدا بے عدّ نہیں رہتا۔ بلکہ باعدّ بن جاتا ہے۔ مگر یہ کس نے کہا کہ وہ بے عدّ ہے؟ کیا بائیبل میں لکھا ہے؟ یا کیا مقدس صحیفوں میں اس کا ذکر ہے؟ کیا اس کے باعدّ ہو جانے سے اس کی ذات میں کوئی نقص لازم آجاتا ہے؟ پس بے شک وہ بے عدّ نہیں۔ یعنی وہ ایسا نہیں کہ ہم اسے ۱-۲-۳ کے ذریعہ ظاہر نہ کر سکیں۔ کیونکہ ہم لازماً اسے کسی نہ کسی عدد کی طرف نسبت دینگے اور ہمارے نزدیک وہ عدد ایک ہے۔ یعنی ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک ہے۔ دو یا دو سے زیادہ نہیں۔ واحد ہے۔ کثیر نہیں۔ اگر ہمارے اس طرح کہنے سے وہ بے عدّ نہیں رہتا تو نہ رہے۔ کہاں لکھا ہے کہ وہ بے عدّ ہے؟ اس طرح تو کل آپ کہینگے کہ اسے اللہ یا یہوواہ یا الوہیم بھی نہ کہو۔ کیونکہ اس سے وہ بے نام نہ رہے گا۔ پھر آپ کہینگے۔ کہ اس کے وجود کی کوئی دلیل بھی بیان نہ کرو۔ کیونکہ پھر وہ بے دلیل نہ رہیگا۔ نیز اس کی کوئی صفت بھی تسلیم نہ کرو۔ کیونکہ اس طرح وہ بے وصف نہ رہیگا۔ نیز اس کے وجود کا مخلوق کو پتہ نہ دو کیونکہ وہ بے پتہ نہ رہیگا۔ غرض بے عدد ہونا تو ایک بے معنی امر ہے بے شک وہ بے عدّ نہیں بلکہ باعدّ ہے۔ یعنی اس کو وحدت یا کثرت میں سے ایک امر کی طرف ضرور نسبت دی جائیگی اور چونکہ قرآن مجید کہتا ہے "قل ھو اللہ احد" اور بائیبل کہتی ہے:۔

"اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔" (مرقس ۱۲/۲۹)

نیز وہ کہتی ہے کہ "میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔" (استثناء ۵/۷)

اس لئے ہم اسے واحد بمعنی ایک کہتے ہیں اور اسے ایک ہی تسلیم کرتے ہیں۔ دو یا زیادہ نہیں کہتے۔ اس لئے اگر ہمارے ایک کہنے سے وہ بے عدّ نہیں رہتا تو نہ رہے کون کہتا ہے کہ وہ بے عدّ ہے؟ جیسا کہ ہم اگر اس کا نام لیں تو وہ بے نام نہیں رہتا۔ بے شک نہ رہے۔ کون کہتا ہے۔ کہ وہ بے نام ہے؟ نیز اس کے وجود کے نشان اور ثبوت مہیا کرنے سے وہ بے نشان نہیں رہتا تو نہ رہے۔ کس نے کہا ہے کہ وہ بے نشان ہے؟ اسی طرح اس کا نام لینے سے وہ بے نام نہیں رہتا بے شک نہ رہے۔ کون کہتا ہے کہ وہ بے نام ہے؟ خلاصہ یہ کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ اگر خدا کو ایک کہو گے تو وہ بے عدد نہ رہیگا ایک بے معنی اعتراض ہے کیونکہ کون کہتا ہے کہ خدا بے عدّ ہے؟ جبکہ قرآن مجید قل ھو اللہ احد فرما کر اور بائیبل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اے اسرائیل سُن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" کہکر اُس کا عدد گِنا رہے ہیں۔ تو عیسائی یا مسلمان کس مُنہ سے اسے بے عدد کہ سکتے ہیں ؂

الجواب السادس

پادری صاحب اپنی دوسری دلیل کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:۔

"محاسبین کے نزدیک تو واحد کوئی حقیقی عدد ہی نہیں بلکہ کمیّت اشیاء کے تفہم و تفہیم کے لئے تنئے مفروض ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک عدد وہ ہے جو اپنی بالائی اور زیرین دو طرف کا نیمہ مجموع ہو جیسے دو کا عدد ایک اور تین کا نصف اور تین کا عدد دو اور چار کا نصف وقس علیٰ ھذا" ص۵

اس عبارت سے تو پادری صاحب نے اپنا اعتراض بالکل جڑ سے اکھیڑ دیا۔ کیونکہ جب واحد عدد ہی نہیں تو خدا کو واحد ماننے سے عددیت لازم نہ آئی اور جب عددیت لازم نہ آئی تو وہ بے عدد کا بے عدد رہا۔ پھر اُس کی وحدت پر اعتراض کیسا؟ ہاں تثلیث ماننے سے بے شک خدا بے عدد نہیں رہتا۔ کیونکہ تین بقول پادری صاحب تمام محاسبین کے نزدیک عدد ہی ہے۔ پس تثلیث کا مسئلہ ہر صورت میں خدا اور اُس کے اقانیم کو بے عدد نہ رہنے دیگا مگر توحید کے عقیدہ میں یہ بات نہیں ؂ (باقی آئندہ)

نقشہ اُجرت اشتہارات

ریویو آف ریلیجنز اردو کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے اور اس کو نہایت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے فائل مجلد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اشتہارات دینے کیلئے بہترین موقع ہے۔ ضمیمہ ۲ صفحے ۱۲ ر سینکڑہ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اُجرت حسب ذیل ہے:۔

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۲ روپے
چھ ماہ	"	۲۳ روپے	"	۱۲ روپے
تین	"	۱۲ روپے	"	۷ روپے

فی اشاعت ایک صفحہ ۴½ روپے ؂ نصف صفحہ ۲½ روپے ؂ فی سطر ۴ر

مینجر ریویو اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت شری کرشن جی کی شادیاں

اگرچہ سب کے سب انسان ایک ہی نوع کے افراد ہیں۔ مگر طبائع اور طاقتوں کے اعتبار سے اِن میں زمین و آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً ضلع منٹگمری یا لائل پور کے ایک جنگلی آدمی کو دیکھا جائے۔ تو اس کی بدنی قوت کا یہ عالم ہوگا کہ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی دفعہ بیٹھ کر وہ آدھ سیر آٹا اور پاؤ بھر گھی نہایت آسانی سے کھا جائیگا۔ بغیر اتنا کھانے کے نہ ہی اس کی سیری ہوگی اور نہ ہی اس کی صحت قائم رہ سکیگی۔ مگر ایک بنگالی بابو کو لے لیا جائے۔ تو بیچارہ بمشکل چند نوالے چاول اُس دال سے کھا سکیگا جس میں شاید ایک یا ڈیڑھ تولہ گھی پڑا ہو۔ اور اتنی قلیل غذا سے ہی اس کی سیری ہو جائیگی۔ ایسی صورت میں اگر کوئی چاہے کہ ان دونو کو بالکل ایک جیسی اور ایک وزن کی غذا دیکر زندہ رکھا جائے۔ تو یہ امر بالکل ناممکن ہوگا۔ کیونکہ اگر بنگالی کی سی غذا جنگلی کو دیجائیگی تو چند دن میں اس کی صحت بالکل بگڑ جائیگی۔ اور اگر جنگلی کی سی غذا بنگالی بابو کو کھلائی گئی تو یقیناً چند ہی دنوں میں اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ یہ سب فرق قوتِ جسمانی اور قوتِ معدہ کے باعث ہوا۔ ایسے ہی قُوّت مردمی بھی بکلی برابر نہیں ہوتی بعض کی صحت ایسی ہوتی ہے۔ کہ ان کے لئے ایک شادی بھی باعثِ ہلاکت ہو جاتی ہے۔ مگر بعض کی صحت و طاقت کا یہ عالم ہوتا ہے۔ کہ ان کی صحت ان کو مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کریں۔ اس لئے مذہب اسلام نے تعدد ازواج کا مسئلہ پیش کیا ہے۔ اور اہلِ اسلام کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی اس مسئلہ پر عمل کرنیوالے لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ بعض ہندو جو اِس مسئلہ کو اپنی جہالت اور تعصّب کے باعث شہوت پرستی بتاتے ہیں۔ ان کی تاریخ کو دیکھا جائے تو کئی ایسے واقعات ملتے ہیں۔ جیسے رام چندر جی کے باپ راجہ دشرتھ کی تین بیویاں تھیں۔ کوشلیا۔ سومترا۔ کیکئی۔ اور بھی کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ ہندوؤں کا یہ اعتراض کرنا بالکل ویسے ہی ہے جیسے مذکورہ بالا بنگالی بابو۔ جنگلی آدمی کے کھانے پر اعتراض کرے کہ یہ جنگلی بڑا نفس پرست ہے جو آدھ سیر آٹا اور پاؤ بھر گھی ایک ہی بار کھا جاتا ہے۔ اور میں بڑا زاہد ہوں اور بہت ہی پارسا ہوں۔ کیونکہ میں آدھ پاؤ چاول، تھوڑی سی دال سے کھا کر گذارہ کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس کی دلیل بالکل اس کی جہالت کا ثبوت ہے۔ سو

نادان لوگوں کا مسئلہ تعدد ازدواج پر اعتراض کرنا اگرچہ عقلمندوں کے نزدیک بالکل عبث اور لغو ہے۔ لیکن پھر بھی ہم انشاء اللہ العزیز آج دکھاتے ہیں۔ کہ تعدد ازدواج پر ہندوؤں کے مقدس بزرگوں نے کس شد و مد سے عمل کر کے تعدد ازدواج کی اپنے فعل سے تبلیغ کی ہے

حضرت کرشن جی مہاراج جن کو ہندو ایشور کا اوتار مانتے ہیں۔ اور ان کے کلام کو۔۔۔۔۔۔ کلام الٰہی کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ ان کے متعلق کتاب شری بھاگوت میں لکھا ہے کہ آٹھ تو ان کی وہ بیویاں تھیں جو اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق لاکر بیویاں بنائی گئی تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔ رکمنی[۱]۔ ستیا[۲] (اس کا دوسرا نام ناگن جتی تھا) جامبھ وتی[۳]۔ سیتہ بھاما[۴]۔ کالندی[۵]۔ مادری[۶]۔ متروندا[۷]۔ بھدرا[۸] (دیکھو بھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۶۱)

یہ آٹھوں کیسے لائی گئیں تھیں۔ یہاں ہم بعض کا ذکر کرتے ہیں۔ دروپدی جو کہ پانچ پانڈوں کی ایک بیوی تھی اس نے ایک دن پوچھا اے کرشن کی بیویو تمہارے ساتھ جیسے جیسے سری کرشن نے شادی کی بیان کرو۔ تب سب نے اپنا اپنا حال بیان کیا جس میں سے چند سطریں ہم درج کرتے ہیں ملاحظہ ہو بھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۸۳ شلوک ۵

رکمنی جی نے کہا "بہن دروپدی (راجہ) ششوپال کے ساتھ میرا وِواہ (شادی) کرانیکے لیے جراسندھ وغیرہ راجہ لوگوں نے تیر کمان اٹھایا۔ لیکن کرشن چند ان بہادر راجاؤں کے سر پر پاؤں رکھ کے جیسے گیدڑوں کے جھنڈ میں سے بہادر شیر اپنے حصے کو لے آتا ہے ویسے ہی مجھ کو جھپٹ لائے"

آگے بھدرا کہتی ہیں "مال و دولت کا مالک سری کرشن خود میرے سوئمبر[۵] میں گئے۔ اور کتوں کے جھنڈ کے بیچ میں شیر جیسے اپنے حصے کو لیکر چلا جاتا ہے۔ ویسے ہی باقی راجاؤں اور روک ڈالنے کے لئے تیار میرے بھائیوں کو جیت کر ان کے بیچ سے مجھ کو لے آئے (شلوک ۱۲)

ایسے ہی باقی چھ رانیوں نے بھی اپنی اپنی کتھا (کہانی) دروپدی کو سنائی ہے۔

---

[۵] حاشیہ۔ یہ رسم پرانے راجہ لوگوں میں تھی۔ کہ جب لڑکی کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ تو کوئی بہت زبردست اور عام بہادروں سے بھی نہ ہونے لائق کسی کام کرنے کی شرطیں لگاتے۔ کہ جو یہ کام کرے گا اس کے ساتھ میں اپنی لڑکی کی شادی کر دونگا۔ اس رسم کا نام سوئمبر تھا۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ یہ آٹھوں ایک ہی وقت میں موجود تھیں۔ کیونکہ دروپدی کے سامنے سب کی سب اپنی اپنی حالت بیان کر رہی ہیں۔

اِن مذکورہ بالا آٹھ بیویوں میں سے مِترِ وِندا اور بھدرا سری کرشن جی کی پھوپھی کی بیٹیاں تھیں۔ ملاحظہ ہو۔

بھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۸۳ شلوک ۱۵۔ مِترِ وِندا اپنی شادی کی حالت دروپدی جی کے سامنے یوں بیان کرتی ہے:۔

"دروپدی جی! میرے چِت (دل) کو سری کرشن پر عاشق جان کر (میرے) باپ نے خود ہی (میرے) ماموں کے بیٹے سری کرشن چندر کو بُلا کر ان کے ساتھ خوشی سے میری شادی کردی"

اسی مِترِ وِندا کے متعلق سکند ۱۰ ادھیائے ۵۸ شلوک ۳۱ میں لکھا ہے:۔ "مِترِ وِندا سری کرشن کی پھوپھی راجے ادھی دیوی کی بیٹی تھی"

اور رانی بھدرا جی کے متعلق (سکند ۱۰ ادھیائے ۵۸ شلوک ۵۶) میں لکھا ہے:۔ "اس (ستیا کے ساتھ) شادی کے بعد کرشن چندر نے اپنی پھوپھی شُرت کیرتی کی لڑکی بھدرا سے شادی کی"

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ پھوپھی اور ماموں وغیرہ اپنے رشتہ داروں کے بیٹوں سے شادی کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بہت اچھا کام ہے۔ ورنہ ہادیٔ ہند سری کرشن جی بھلا ایسا کیوں کرتے۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ہندوؤں کا مسلمانوں پر آج یہ اعتراض کرنا کہ مسلمان اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کر کے گویا کہ اپنی بہن سے شادی کرتے ہیں صریح حماقت اور جہالت کبریٰ ہے۔

مذکورہ بالا آٹھ شادیوں کے علاوہ اور سُنیئے۔ بھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۵۸ شلوک ۵۸

.. ..

.. ..

ترجمہ:۔ (مذکورہ بالا آٹھ بیویوں کے علاوہ) اور بھی ایسی ہی سری کرشن کی ہزاروں بیویاں تھیں (کہاں سے لیں) بھوم راجہ کو مار کر اس کے زنان خانہ سے (سولہ ہزار ایک سو) نہایت خوبصورت لڑکیاں (کرشن جی) چھین لائے۔

ایک وہم اور اس کا حل اگر کوئی کہے کہ شلوک میں ہزاروں کا لفظ تو ہے پر بریکٹ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سولہ ہزار ایک سو کہاں سے لکھدیا سو یاد رہے کہ اس کتاب میں دوسری جگہ یہ تعداد بتائی گئی ہے۔

ملاحظہ ہو سکند ۱۰ ادھیائے ۶۱ میں پہلے سترہ شلوکوں میں پہلی آٹھ بیویوں کی اولاد کا ذکر کر کے شلوک ۱۹ میں لکھا ہے "مہاراج کی اوپر کہی ہوئی آٹھ رانیوں کے علاوہ باقی سولہ ہزار ایک سو رانیوں کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیٹ سے پیدا ہونیوالے سری کرشن کے بیٹوں کے بھی (آگے) کروڑوں بیٹے پیدا ہوئے"

ایسے ہی سکند ۱۰ ادھیائے ۹۰ شلوک ۵ میں لکھا ہے "سولہ ہزار ایک سو آٹھ عورتوں کے ایک ہی پیارے خاوند سری کرشن چندر مال و دولت سے بھری ہوئی دوارکا نام کی نگری (شہر) میں رہتے تھے"

ان کے علاوہ بہت سی لونڈیاں بھی آپکے تھیں کیونکہ جن راجاؤں نے سری کرشن جی کی بے نظیر بہادری کو دیکھ کر اپنی خوشی سے اپنی لڑکیوں کی شادی اُن سے کی تھیں انہوں نے پنیہ میں جہاں اور ہزاروں چیزیں اعلیٰ اعلیٰ قسم کی دی تھیں وہاں خوبصورت لونڈیاں بھی دی تھیں۔ مثال کے طور پر ان کی بیوی ستیا کی شادی کے متعلق ہی لکھا ہے۔ "راجہ (ستیا کے باپ اجودھیا ادھی پتی) نے گلے میں زیور پہنے ہوئے اچھے خوبصورت بالوں والی تین ہزار نہایت خوبصورت اور نوجوان لونڈیاں پنیہ میں دیں"۔ (بھاگوت سکند ۱۰ ادھیائے ۵۸ شلوک ۴۹)

مسلمانوں کی شرافت اور آریہ سماج کی فتنہ انگیزی اور شرارت

حضرت سری کرشن جی کی شادیوں کے متعلق پڑھ کر صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے تعدد ازواج پر بڑی سرگرمی سے عمل کیا۔ اگر اس مذکورہ تعداد میں کچھ مبالغہ بھی سمجھا جائے۔ اور راجہ بھوم کے زنان خانہ سے جو سولہ ہزار ایک سو لڑکیاں لائی گئی تھیں ان کو ایک منٹ کے لئے بالکل نظر انداز بھی کر دیا جائے۔ تب بھی سری کرشن جی کی عورتیں ہزاروں کی تعداد کو پہنچ جاتی ہے۔ جبکہ پہلی آٹھ بیویوں کے ساتھ اُن لونڈیوں کو بھی شمار کیا جائے جو کہ راجاؤں نے سری کرشن جی کی بہادری دیکھ کر پنیہ میں دی تھیں۔ جب کوشل دیش کے راجہ اجودھیا ادھی پتی نے اپنی لڑکی ستیا کی سری کرشن جی سے شادی کر کے تین ہزار خوبصورت اور نوجوان لونڈیاں دی تھیں۔ تو کیا باقی راجاؤں نے لونڈیاں پنیہ میں نہ دی ہونگی؟ ضرور دی ہونگی۔ تو اس صورت میں جبکہ ایک منٹ کے لئے راجہ بھوم والی سولہ ہزار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایکسو نوجوان لڑکیوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے۔ تب بھی حضرت سری کرشن کی عورتوں کی تعداد ہزاروں سے کم نہیں۔ اور جس طریق سے رکمی وغیرہ کو سری کرشن جی لائے وہ بھی محل اعتراض ہے۔ مگر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی مسلمان سری کرشن جی پر شہوت پرستی یا عورتوں کی دلدادگی وغیرہ کا اعتراض کرنے سے صرف گریز ہی نہیں کرتے بلکہ جیسے اپنے بزرگوں کی عزت کرتے ہیں ویسے حضرت سری کرشن جی کی عزت کرتے ہیں۔ اور ان کو نہایت عزت کی نگاہ دیکھتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آریہ سماج کی قوم اور ان کے گرو پر جو سید المعصومین آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے دن شہوت پرستی کا جھوٹا الزام لگا کر مسلمانوں کے دلوں کو جلاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلعم باوجودیکہ اعلیٰ خاندان کے نوجوان تھے۔ آپ کی صحت اعلیٰ تھی۔ اور آپ کے حسن خلق اور آپ کی عادات حمیدہ پر عرب کے لوگ اتنے فریفتہ تھے۔ کہ آپ کو اپنی لڑکیاں دینا اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ مگر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے اپنی پہلی شادی اسوقت کی جبکہ آپ کی عمر پچیس برس کی تھی اور اُس عورت سے کی۔ جس کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اور دو دفعہ بیوہ ہو چکی ہوئی تھی۔ پھر قریباً پچیس برس تک آپ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ جب اُس بیوی (حضرت خدیجہؓ) کی وفات ہو گئی۔ تب بعد میں آپ نے اور شادیاں کیں۔ اور وہ بھی تمام بیوائیں تھیں سوائے ایک حضرت عائشہؓ کے۔ عرب کی ہسٹری کے دیکھنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ عرب میں جو بے نظیر شہوت پرستی کی رسم پائی جاتی تھی جس کا مقابلہ نہ انجیل کر سکی اور نہ ہی اُس شہوت پرستی کو توریت اور زبور مٹا سکی۔ وید اور پُران اور اُن کے ماننے والے جس شہوت پرستی کا ایک بال بیکا نہ کر سکے۔ اُس شہوت پرستی کا اگر کسی نے ہمیشہ کیلئے ستیاناس کیا۔ تو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود مبارک تھا۔ یہ ایک زبردست تاریخی ثبوت ہے۔ جس کا کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اگرچہ وہ کسی مذہب سے بھی تعلق نہ رکھتا ہو۔ ایسے مقدس اور پاک انسان پر شہوت پرستی کا الزام لگانا آریہ سماج اور ان کے گرو کا ہی کام ہے۔ اور کسی کا کام نہیں۔

ہم سچ کہتے ہیں۔ اگر اِس قوم اور ان کے گرو میں انصاف کا ایک ذرہ بھی باقی ہوتا۔ اگر تعصّب کی تیز آگ نے ان کے انصاف کو جلا کر راکھ نہ کر دیا ہوتا۔ تو یہ لوگ کبھی بھی سیّد المعصومین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر شہوت پرستی کا الزام نہ لگاتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ان کے نزدیک تعدد ازواج ہی شہوت پرستی ہے۔ تو کیوں ان کی زبانیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت سری کرشن جی مہاراج اور راجہ دشرتھ اور راجہ ایودھیا ادھی پتی وغیرہ کے وقت گنگی ہو گئیں حضرت سری کرشن جی اور باقی تعدد ازواج پر عمل کرنیوالوں پر تو ان کے قلم بھی ٹوٹ گئے۔ اور ساتھ ہی ان کی زبانوں اور دماغوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا۔ مگر آنحضرت صلعم کے وقت ان کو سب کچھ یاد آ گیا۔ اگر ان میں انصاف کا نام بھی باقی ہوتا۔ تو جیسا کہ آریہ سماج کے گرو اور آریہ سماج کا زبانی دعویٰ ہے۔ کہ ہم حق کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ہم سچ کا پرچار کرنیوالے ہیں۔ اور بُری باتوں کو مٹانے والے ہیں۔ پہلے یہ لوگ اپنے گھر کے اُن تمام لوگوں پر شہوت پرستی کا الزام لگاتے جنہوں نے تعدد ازواج کے مسئلے پر عمل کیا۔ اور اِن تمام کی فہرست بنا کر نمبر وار سب کو شہوت پرست ثابت کرتے اور اپنے گھر کی صفائی کر لینے کے بعد دوسروں پر حملے کرتے۔

ہمارے اس چھوٹے سے مضمون کے پڑھنے سے صاف طور پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ ؐ اور حضرت کرشن جی نے کتنی کتنی اور کس کس طرح شادیاں کیں۔ اور یہ بھی صاف ظاہر ہو جائیگا کہ حضرت کرشن جی نے جس رنگ میں شادیاں کیں۔ وہ نہایت معیوب ہے۔ جیسے مثلاً رکمنی جس کے بھائیوں اور باپ نے اس رکمنی کی شادی (راجہ) ششو پال سے کی تھی۔ اور شادی کی تاریخ بھی مقرر کی۔ جب وہ ششو پال وغیرہ شادی کرنے آئے۔ تب اُس دن نکاح کے چند گھنٹے پہلے حضرت سری کرشن جی اُس رکمنی کو رتھ پر بٹھا کر اپنے گھر بھاگ آئے۔ اگر کسی نے انکا پیچھا بھی کرنا چاہا تو اُن کو ہتھیاروں سے ٹھنڈا کر دیا۔ قریباً قریباً یہی طریق باقی شادیوں کے وقت رہا۔ ممکن ہے یہ طریق اُس زمانے میں معیوب نہ سمجھا جاتا ہو۔ اور لوگ اِس کو بہادری کا کام سمجھتے ہوں۔ مگر آجکل تو ایسا کام کرنیوالے کو لوگ بہت بُرے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلعم نے جو شادیاں کیں۔ وہ بیویوں کے عزیز و اقارب کی رضامندی سے کیں۔ تو ایسی صورت میں اگر آریہ سماج یا انکے گرو میں انصاف کا نام و نشان باقی ہوتا تو چاہیئے تھا۔ کہ یہ بیسیوں کتابیں حضرت کرشن جی کے متعلق لکھ کر ان کو (نعوذ باللہ) شہوت پرست ثابت کرتے۔ اس کے بعد باقی لوگوں کو بھی شہوت پرست ثابت کرتے جنہوں نے تعدد ازواج کے مسئلہ پر عمل کیا تھا۔ بعد میں آنحضرت صلعم پر اعتراض کرتے۔ مگر ان لوگوں کا سب کو چھوڑ کر صرف آنحضرت صلعم پر شہوت پرستی کا الزام لگانا۔ اس امر کا زبردست ثبوت ہے۔ کہ اِس قوم اور ان کے گرو میں انصاف کا نام بھی باقی نہ تھا۔ اور ساتھ ہی ان کی شرافت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ وید کی تفسیروں اور باقی ہندو لٹریچر کے پڑھنے سے پُرانے ہندوؤں کے عجیب و غریب حالات معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک عورت کا کئی مردوں سے ایک ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وقت میں شادی کرنا۔ جیسے درو پدی نے پانچوں پانڈوں سے کی۔ یا بڑھاپے میں دوسروں کی عورتوں سے ہمبستر ہو کر ان میں اولاد پیدا کرنا۔ جیسے رشی دیرگ تما نے کیا۔ (دیکھو تفسیر ویدین ...) یا عورتوں کا اپنے دیور سے ہمبستر ہو کر ان سے اولاد لینا۔ جیسا کہ رشی بر ہیپتی جی نے اپنی بھاوج ممتا سے صحبت کی۔ جبکہ وہ حاملہ تھیں (رگوید سائن بھاشیہ) وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے۔ کہ یہ تمام رسومات نہایت معیوب اور گندی ہیں۔ مگر ان باتوں کو جانتے ہوئے بھی چپ چاپ اور آنکھیں بند کر کے اِن پر سے گذر جانا۔ اور لوگوں پر جھوٹے الزام لگانا اور ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کرنا کہ ہم سچ اور انصاف کے بڑے پابند ہیں صریح دھوکہ بازی نہیں تو اور کیا ہے۔

ایڈیٹر صاحب پرکاش کا قرضہ واپس انکی خدمت میں

شاید ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب اخبار پرکاش نے ایک فرضی مسلمان[1] کی طرف منسوب کر کے ایک مضمون شائع کیا تھا۔ جس میں انہوں نے امام جماعت احمدیہ سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ بتائیے "آپ چار بیویاں رکھ کر کیسے خدا کی عبادت کر سکتے ہیں۔ مَیں تو ایک بیوی کر کے بھی دن بھر دنیا کی دھندوں میں پریشان رہتا ہوں"

اگرچہ ہمیں اِسوقت ایڈیٹر صاحب کے الفاظ تو یاد نہیں۔ مگر اُس سب مضمون کا لبِ لباب یہی تھا۔ سو ہم آج ایڈیٹر صاحب پرکاش کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ جب ہادیٔ ہند حضرت سری کرشن جی مہاراج ہزاروں عورتیں رکھ کر صرف عبادت الٰہی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ایک ملک کے ہادی بھی تھے تو امام جماعت احمدیہ چار بیویاں رکھ کر کیوں عبادت الٰہی نہیں کر سکیں گے؟ کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ ایڈیٹر صاحب ہمارے پیارے امام (ادام اللہ لنا بقائہ) پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں مُنہ ڈالکر دیکھ لیتے۔ کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔ کہ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ مگر دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے۔ والسّلام

ادنیٰ خادم ناصر الدین عبداللہ بگولی کاویہ تیرتھ مولوی فاضل (ضلع) ڈاک بنگلہ للوڑا

---

[1] حاشیہ: ایڈیٹر صاحب پرکاش کے اعتراض کا ذکر کرتے مَیں نے "فرضی مسلمان" کا لفظ اسواسطے لکھ دیا ہے۔ کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو مذہب اسلام سے واقفیت رکھتا ہُوا یہ اعتراض کرے کہ چار شادیاں کرنے کے بعد عبادتِ الٰہی کرنا محالات میں سے ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اہلی زندگی

باب یکم

شادی کی ضرورت

کیا طریق شادی قانون قدرت کا مخالف نہیں؟

ایک آزاد خیال انسان جب عالم حیوانات کی طرف دیکھتا ہے۔ اور وہاں نر اور مادہ میں آزادانہ مخالطت اور میل ملاپ مشاہدہ کرتا ہے۔ تو اسکے دماغ میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ انسان شادی اور نکاح کی قیود کا کیوں پابند ہے۔ کیا یہ طریق شادی جو آجکل انسانوں میں مروّج ہے۔ جس سے ایک عورت صرف ایک مرد سے تعلق پیدا کر سکتی ہے اور ایک مرد صرف ایک عورت سے یا بعض اوقات صرف چند عورتوں سے پیدا کر سکتا ہے۔ قانون قدرت کے مخالف نہیں؟ کیونکہ عالم حیوانات میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک مادہ یا نر کے لئے کوئی قید نہیں۔ آزادانہ اختلاط کا قانون ان میں رائج ہے۔ پس جب واضح ہے۔ کہ مروّجہ قیودِ نکاح قانونِ قدرت کے مطابق نہیں۔ تو انہیں کیوں نہ ترک کیا جائے۔ اور انسانوں میں بھی آزادانہ مخالطت کے طریق کو کیوں نہ جاری کیا جائے۔

یہ اعتراض بظاہر وزنی معلوم ہوتا ہے۔ اسکے جواب میں یہ کہدینا تسلّی بخش نہیں۔ کہ ہمارے آباؤ اجداد چونکہ شادیاں کرتے آئے ہیں۔ اس لئے یہ طریق درست ہے۔ کیونکہ جس امر کے پابند ہمارے باپ دادا ہوں ضروری نہیں۔ کہ وہ درست ہو۔ وہ بھی آخر انسان تھے جس طرح ہم صدہا غلطیاں کر جاتے ہیں۔ اسی طرح ان سے بھی ممکن ہے۔ وہ ہمارے باپ دادا ہی تھے جو کسی زمانہ میں درختوں اور سانپوں اور بُتوں وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے تھے۔ حالانکہ آج ہم جانتے ہیں۔ کہ یہ سخت غلطی ہے۔ ہمارے بزرگوں میں سے بڑے بڑے اطباء جن بیماریوں کو لاعلاج قرار دے گئے تھے۔ آج ان کا علاج ہو رہا ہے۔ پس ہمارے آباؤ اجداد کا عمل ہمارے لئے حجّت نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ حقیقت ہے۔ کہ شادی کی رسم قانون قدرت کے مخالف ہے۔ تو پھر اس رسم کی قید سے ہمیں اپنے تئیں آزاد کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ قانون قدرت کی پابندی فائدہ دہ ہوتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس کی مخالفت ضرر رساں۔ جب ہم ایک عقلمند انسان کی ہدایت کے مطابق نہیں چلتے تو نقصان اُٹھاتے ہیں۔ پھر کس طرح گمان کر سکتے ہیں۔ کہ اس خالقِ عقل کی ہدایت اور قانون کے خلاف چلنے سے ہمیں نقصان کی بجائے فائدہ ہوگا۔

انسانوں پر آزادانہ مخالطت کا قانون چسپاں نہیں ہو سکتا

مگر یہ حقیقت نہیں۔ اگر ہم تسلیم بھی کریں۔ (گو نہ تسلیم کرنے کیلئے گنجائش ہے کیونکہ جانوروں میں اس قسم کے جوڑے بھی سُننے میں آتے ہیں۔ کہ جوڑے میں سے اگر ایک مرجائے۔ تو دوسرا اپنے رفیق زندگی کی فرقت میں گداز ہو ہو کر مر جاتا ہے۔ پس جہاں اس قسم کی محبت ہے۔ وہاں آزادانہ اختلاط تسلیم نہیں کیا جاسکتا) کہ تمام حیوانات میں آزادانہ مخالطت کا طریق جاری ہے۔ پھر بھی انسانوں کو اس طریق یا قانون کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ قانون حیوانات میں پایا جاتا ہے۔ جن میں عقل نہیں ہے۔ عقل رکھنے والی مخلوقات میں اگر یہ قانون ثابت کیا جائے۔ تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ انسانوں کو بھی اس قانون کی پابندی اختیار کرنی چاہیئے۔ ورنہ یہ قانون صرف حیوانات کیلئے ہوگا۔ اور انسان میں چونکہ عقل اور سمجھ ودیعت کی گئی ہے۔ اس لئے وہ اس قانون کا پابند نہیں۔ اگر انسان صرف اس وجہ سے اس قانون کا پابند ہو سکتا ہے۔ کہ بے عقل حیوانات میں یہ قانون جاری ہے تو پھر انسان کو اور بھی بہت سے قوانینِ قدرت کا پابند ہونا پڑیگا۔ جو عالمِ حیوانات میں جاری ہیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حیوانات اپنے جذبات کے تابع ہیں۔ جب ایک کو بھوک لگتی ہے دوسرے کی چیز اس سے چھین لیتا ہے۔ اخلاق ان میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے انسان کو بھی اپنے جذبات کا تابع ہونا چاہیئے۔ اور اپنی خواہشات کے پورا کرنے کیلئے اپنے بھائیوں کی چیزوں پر جبراً قابض ہو جانا چاہیئے۔ اخلاق کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہدینا چاہیئے۔ اب جس طرح اس کا جواب یہ ہے۔ کہ انسان چونکہ عقلمند ہے۔ اس لئے وہ اس قانون کا پابند نہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ کہ آزادانہ میل جول کا طریق بے عقل حیوانات میں قدرت نے جاری کیا ہے اور چونکہ انسان باعقل ہے۔ وہ اس طریق کا پابند نہیں۔

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ قدرت نے جب یہ قانون حیوانات میں جاری کیا ہے۔ اور باعقل مخلوق ہماری نظر کے سامنے کوئی نہیں۔ جسے دیکھ کر ہم یہ معلوم کر سکیں۔ کہ ان میں یہ قانون جاری ہے یا نہیں۔ اس لئے غالب گمان یہ ہے۔ کہ قدرت نے جب دیگر حیوانات میں اس قانون کو پسند کیا ہے۔ تو اس کی پابندی انسانوں میں بھی پسند کی ہوگی۔ مگر جیسا کہ ظاہر ہے۔ یہ

ایک مشکوک دلیل ہے۔ اگر آزادانہ مخالطت کے قانون کی پابندی سے اس میں ترمیم کرنے کے باوجود انسانوں میں صدہا اقسام کے فسادات پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ جو طریق شادی سے نہیں ہو سکتا۔ تو ہم اس قانون کو اختیار نہ کرینگے۔ اور شادی کے طریق کو پسند کرینگے۔

آزادانہ اختلاط کی خرابیاں

اب ہم بتلاتے ہیں۔ کہ مرد اور عورت کے آزادانہ میل جول اور تعلق پیدا کرنے سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

آزادانہ اختلاط امن عامہ کے خلاف ہے

کتوں میں ہم آزادانہ تعلق کا نتیجہ دیکھتے ہیں۔ کہ ان میں خطرناک فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو پھاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے صدہا درجہ بڑھ کر آزادانہ اختلاط سے انسانوں میں فساد اور خونریزی ہو گی۔ کیونکہ وہ دشمن اور بیوفا دوست کو عقل اور تیز آلات سے مٹانے کی کوشش کرینگے۔ عورتوں کی زندگی بالخصوص خطرہ میں پڑ جائے گی۔ ایک مرد ایک عورت سے تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ رضامند نہیں۔ اور اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ یا تو جبراً تعلق پیدا کیا جائیگا۔ اور یا اس عورت کی زندگی تمام کر دیجائیگی

آزادانہ اختلاط

انسان کی فطرت میں بہت سے جذبات ہیں۔ جن میں ایک جذبہ غیرت ہے۔ انسان طبعاً اس جذبہ کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ کوئی غیر اس کے اور اس کی محبوبہ یا محبوب کے تعلقاتِ محبت میں دخل انداز ہو۔ مگر آزادانہ مخالطت یہ ہے۔ کہ محب اور محبوب کے تعلقات میں رخنہ اندازی کر کے محبوب کو اپنی طرف مائل کیا جائے۔ اور اس سے تعلقات پیدا کئے جائیں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ یہ آزادانہ میل ملاپ کا طریق غیرت انسانی کے خلاف ہے۔ اور اس وجہ سے یہ طریق خلاف فطرت ہے۔

کہا جا سکتا ہے۔ کہ غیرت ایک جذبہ ہے۔ اور جس طرح ہم اور جذبات عقل کی روشنی میں دباتے ہیں۔ اسی طرح آزادانہ مخالطت کے سوال میں غیرت کے جذبہ کو دبا دینا چاہیئے۔ یہ بالکل درست ہے کہ انسان چونکہ ذی عقل حیوان ہے۔ اس لئے وہ جذبات کا تابع نہیں وہ کسی جذبہ کے مطابق اسوقت عمل کرتا ہے۔ جب عقل اس جذبہ کی مؤید ہو۔ اور جب عقل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس جذبہ کے خلاف ہو۔ تو اس کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یعنی جب کسی جذبہ کے مطابق عمل کرنے سے انسان خود نقصان اٹھائے۔ یا اس کا کوئی محبوب نقصان اٹھائے۔ اسوقت اس جذبہ کو دبا لیا جاتا ہے۔ لیکن جب اس پر عمل کرنے سے اسے فائدہ ہو۔ یا اس کے کسی عزیز کو فائدہ ہو۔ تو اس جذبہ کو نہیں دبایا جاتا۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آزادانہ مخالطت میں اگر جذبۂ غیرت کو ہم دبائیں۔ تو ہم نقصان اٹھاتے ہیں۔ اور ہمارے عزیز بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔ اگر جذبہ غیرت کے ماتحت مخالفین سے جنگ نہ کیا جائے۔ تو ایک مرد اپنی محبوبہ سے اور ایک عورت اپنے محبوب ساتھی سے جدا کر دیجائیگی اور انہیں ہمیشہ کیلئے جہنمی زندگی بسر کرنی پڑیگی۔ پس عقل چاہتی ہے۔ کہ آزادانہ اختلاط کے عالم میں جذبۂ غیرت کو استعمال کیا جائے اور چونکہ آزادانہ اختلاط معقول جذبۂ غیرت کے خلاف ہے۔ اور یہ جذبہ انسانی فطرت کا ایک جزو ہے۔ اس لئے آزادانہ اختلاط انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

آزادانہ اختلاط سے مرد اور عورت میں دائمی پختہ تعلقاتِ محبت قائم نہیں ہو سکتے

آزادانہ مخالطت کی روح محض شہوت کا فرو کرنا ہے۔ اور شادی کی روح دوام محبت ہے۔ یعنی ایک مرد اگر خواہشاتِ بہیمیہ کا مغلوب ہے۔ تو وہ خواہش کریگا کہ عورتوں کے تعلقات میں مجھے آزادی حاصل ہو۔ اور کوئی پابندی اس بارے میں عائد نہ ہو۔ ایسا شخص آج ایک عورت سے محبت پیدا کرتا ہے۔ تو کل دوسری عورت سے ایسے ہی اس کی یہ خواہش ہر روز ترقی پر ہوتی ہے۔ مگر وہ شخص جسے اپنے نفس پر ضبط حاصل ہے۔ وہ آزادانہ مخالطت کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے دائمی تعلقاتِ محبت پیدا نہیں ہو سکتے۔ وہ دائمی محبت کو پسند کرتا۔ اور وہ طریق اختیار کرتا ہے۔ جس سے یہ مقصد حاصل ہو اور یہ طریق شادی ہے۔ جس سے انسان محبت کے تعلقات میں ایک دوام پیدا کر سکتا ہے۔

محبت آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں دیتی

انسان راحت کا طلبگار ہے۔ اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اسکی راحت اور خوشی جاتی رہے۔ پھر محبت جو سب سے بڑی راحت ہے۔ اس کے متعلق کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ جاتی رہے۔ جن دو وجودوں میں باہم محبت ہے۔ وہ کبھی خواہش نہیں کرینگے۔ کہ اس کو قطع کر دیں۔ محبت اور اس کو قطع کرنے کا خیال دو متناقض چیزیں ہیں۔ جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک ہی وقت میں دل میں پیدا نہیں ہو سکتیں۔ پس ظاہر ہے۔ کہ اگر کسی مرد اور عورت کے درمیان محبّت ہے۔ تو وہ آزادانہ مخالطت کے مخالف ہونگے۔ کیونکہ اوّل تو وہ خود اس طریق کے ماتحت دوسروں سے تعلق نہیں پیدا کرینگے۔ دوم وہ کبھی پسند نہ کرینگے۔ کہ کوئی اور ان کی محبّت میں آکر رخنہ انداز ہو۔ سوم اس طریق کے ماتحت خطرہ ہے۔ کہ جس طرح عالمِ حیوانات میں بعض اوقات مادہ کی مرضی کے خلاف اس سے جبرًا تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض مرد اس محبّت کرنیوالی عورت سے سلوک نہ کریں۔ اور اسے ضرر نہ پہنچائیں۔ اور قتل نہ کردیں۔ چند روزہ باہمی کشش کا نام محبّت نہیں ہے۔ یہ مستیٔ نفس ہے۔ جب ایک جوڑا نفسانی خواہشات پوری کرلیتا ہے۔ تو ان کے درمیان یہ کشش نہیں رہتی۔ اور وہ جُدا ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے لئے ایک نیا جوڑا تلاش کرتے ہیں۔ مگر محبّت دوام کو پسند کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ رہنا چاہتی ہے۔ محب کی نگاہ میں تمام چیزیں محبوب سے کمتر ہیں۔ تبھی تو اس سے محبّت ہے۔ وہ عورت اور مرد جن کے درمیان محبّت ہے۔ وہ کیونکر دوسروں سے جو محبوب سے بہت کمتر ہیں۔ تعلق پیدا کرسکتے ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص نہایت اعلیٰ کھانوں کی موجودگی میں ایک بوسیدہ اور بدبودار کھانا کھا سکتا ہے۔ پس جذبۂ محبّت آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں دیتا۔

کہا جاسکتا ہے۔ کہ آزادانہ اختلاط یا نفسانی خواہشات کی بے قیدی سے تعلقاتِ محبّت کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اگر اس بے قیدی سے کسی جگہ مرد اور عورت کے درمیان محبّت پیدا ہو جائے۔ تو اس جوڑے کو کوئی مجبور نہیں کرتا۔ کہ وہ کسی اور سے بھی تعلق پیدا کریں۔ اور اگر کوئی شریر کسی کی محبوبہ سے یا اس سے محبّت کرنے والی عورت سے جبرًا تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریگا۔ تو حکومت اسے روک دیگی۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ حکومت ایسے شخص کو کیوں روکے۔ جب وہ طریق بے قیدی جو حیوانوں میں جاری ہے۔ انسانوں میں جائز ہوگیا۔ تو جائز فعل سے ایک عادل حکومت کیونکر روک سکتی ہے۔ حیوانوں میں آزادانہ اختلاط کے قانون کے ماتحت بعض اوقات جبر سے تعلقات پیدا کیئے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ قانون انسانوں میں بھی جاری ہو جائے۔ تو جبر سے تعلقات پیدا کرنا بھی جائز ہو جائیگا۔ اور اگر جبریہ تعلقات کو ناجائز قرار دیا جاویگا۔ تو انسان اس قانون کا پابند نہیں رہیگا۔ جو حیوانات میں پایا جاتا ہے۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چونکہ جبریہ تعلقات کو ناجائز قرار دینا ضروری ہے۔ اس لئے انسان اس بے قیدی کے قانون کا جو حیوانات میں جاری ہے۔ پابند نہیں ہو سکتا۔

آزادانہ مخالطت سے رازدار اور غمگسار دائمی رفیق نہیں مل سکتا

آزادانہ مخالطت کے قانون کے ماتحت مرد کو کوئی رازدار اور غمگسار رفیقہ نہیں مل سکتی۔ اور عورت کو کوئی رازدار اور غمخوار رفیق نہیں مل سکتا۔ کیونکہ راز کی بات انسان اس سے کہتا ہے۔ جس کے متعلق اسے خیال ہے۔ کہ اس راز کے انکشاف سے اسے بھی سخت نقصان پہنچیگا۔ اور اس وجہ سے یہ کسی سے بیان نہیں کریگا۔ یا جس کے متعلق اسے خیال ہوتا ہے۔ کہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ اور ایسی محبت ہے۔ جو کبھی زائل نہ ہوگی۔ اور اور میرے نقصان کے خوف سے وہ یہ راز کسی سے بیان نہیں کریگا۔ مگر بے قید زندگی میں مرد اور عورت کے مفاد عام طور مشترک نہیں ہو سکتے۔ آج ایک مرد ایک عورت سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ چند روز تک اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی اور عورت سے تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اس سے بھی قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اور کسی اور جگہ تعلق پیدا کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کا حال ہے۔ مفاد مشترک وہیں ہو سکتے ہیں۔ جہاں مرد اور عورت باہم پیار اور محبت سے ہمیشہ رہنے کا معاہدہ کریں۔ اور یہ صورت نکاح ہے۔

آزادانہ اختلاط سے انسان کبھی اعلیٰ اقسام محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔

محبت ایک انعام ہے۔ اور راحت بخش چیز۔ اور اس کی کئی اقسام ہیں۔ محبت کی اعلیٰ قسموں میں سے مندرجہ ذیل محبتیں ہیں:- پدرانہ محبت۔ فرزندانہ محبت یعنی بیٹے کی باپ سے محبت۔ بیوی کی اپنے شوہر سے محبت۔ شوہر کی اپنی بیوی سے محبت۔ مگر آزادانہ اختلاط سے انسان ان انعامات محبت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتا ہے۔ ایک مرد کو بے قید زندگی میں کیونکر علم ہو سکتا ہے۔ کہ فلاں میرا بیٹا ہے۔ اور اس سے میں محبت کروں اور سب کچھ اس پر نثار کر دوں بیٹے کو کیا علم کہ فلاں میرا باپ ہے۔ میں اس سے محبت کروں اور ادب سے پیش آؤں۔ اور اس کی خدمت کروں۔ مرد اور عورت کے تعلقات چونکہ آزادانہ مخالطت کی وجہ سے عام طور پر پختہ اور دیرپا نہیں ہو سکتے۔ (آج مرد کا تعلق ایک عورت سے ہے تو کل کسی اور سے۔ یہی حال عورت کا ہے) اس لئے لاکھوں میں سے شاید کوئی ایک دو ہی ہونگے جنہیں شوہرانہ محبت کی چاشنی حاصل ہو۔ یا جو معلوم کر سکیں۔ کہ بیوی کی محبت کیا شے ہے۔ (باقی دارد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شکریہ اعانت

مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ افریقہ نے ریویو آف ریلیجنز اردو کو ۵ خریدار دیئے ہیں۔ اللہ شیخ صاحب موصوف کو بہت بہت جزاء خیر دے۔ اگر تمام مبلغین سلسلہ اپنے رسالے کی توسیع اشاعت میں اسی سپرٹ سے کوشش فرمائیں تو بہت جلد حضرت مسیح علیہ السلام کی تکمیل کے سامان ہو سکتے ہیں۔ یہ تو بیرون ہند کے مبلغ کی نوازش اور فرض شناسی کا نتیجہ ہے اندرون ہند کے مبلغین سے بھی توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ جہاں جہاں تشریف لیجائیں احباب کو تحریک فرمائیں۔ کہ اُردو ریویو کی خریداری بہت کم ہے۔ اور آجکل اس کے اخراجات بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ہر مستطیع کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور کوئی لکھا پڑھا ایسا نہیں رہنا چاہیئے۔ جو ریویو کا خریدار نہ ہو۔ اس طرح پر ہر احمدی کے پاس ایک علمی ذخیرہ جمع ہو جائیگا۔ جو مناظرے اور تبلیغ میں اس کے کام آئے گا +

ریویو کے وی پی آتے ہیں

جن احباب نے ابھی تک ۱۹۳۵ء سال حال کا چندہ نہیں دیا یا اس سے بھی پہلے کا بقایا ان کے نام باقی ہے۔ وہ مہربانی فرما کر نوٹ کر لیں۔ کہ انکے نام ماہ اکتوبر کا رسالہ وی پی کیا جائیگا۔ جو ضرور وصول کر کے ہمیں شکریہ کا موقعہ دیں۔ ہم باقاعدہ وقت پر انکے نام رسالہ بھیج رہے ہیں۔ اگر معمولی چندہ بھی ہمیں نہ ملے تو کسقدر افسوس کی بات ہوگی ۔ (مینیجر اردو ریویو)

مباحثہ نیروبی

یہ مناظرہ شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور لال حسین اختر کے درمیان بمقام نیروبی افریقہ کئی دن تک ہوتا رہا۔ وفات مسیح علیہ السلام - اجرائے نبوت - صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مضامین پر مفصل بحث ہوئی۔ مباحثہ کی کاروائی ریویو آف ریلیجنز کے تین نمبروں میں چھپ چکی ہے۔ اکثر کاپیاں افریقہ روانہ ہو چکی ہیں چند کاپیاں باقی رہ گئی ہیں۔ مکمل مباحثہ کی قیمت رعایتہً آٹھ آنے ۸ر مقرر کی گئی ہے۔ محصولڈاک بھی ہم خود ادا کرینگے۔ احباب جلد منگالیں ورنہ محروم رہنا پڑیگا۔ مستقل طور پر تبلیغ میں کام آنے والی چیز ہے + (مینیجر)

ریویو آف ریلیجنز اردو۔ قادیان دارالامان۔ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۳۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹
Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن، لمیٹڈ

صیغہ نمبر ۱۱۷   پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

پچاس برس سے مشہور لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا وسیع ہندوستانی کارخانہ

STAR (REGD) اسٹار ٹریڈ مارک

دوا کھانے کے پہلے

Regd

رنگ رنگ

(داد کا مرہم)

ایک بار لگاتے ہی کھجلی مٹتی اور جلن جاتی رہتی ہے نیا خواہ پرانا کیسا ہی داد کیوں نہ ہو اس کے دو تین بار کے لگاتے ہی آرام ہو جاتا ہے۔
قیمت فی چار آنہ ۴ر محصولڈاک چھ ڈبی سات آنہ ۷ر
نمونہ دو آنہ ۲ر جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتا ہے

دوا کھانے سے بعد

Regd

جوڑی تاپ

(تپ لرزہ اور طحال کی دوا)

گھر گھر میں آجکل ملیریا پھیلا ہوا ہے لہذا ملیریا اور فصلی بخار کے مریض کو "جوڑی تاپ" ضرور پلائیے اس سے بڑھ کر بخار کو جلد بھگانیوالی دوسری دوا نہیں ہے۔ ہر سال لاکھوں مریض اس سے صحت پاتے ہیں اس کے استعمال سے خون گاڑھا ہوتا اور اجابت خلاصہ ہوتی ہے۔ نقلی دوا سے ہوشیار۔

نوٹ } ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں کے ہاں اور دوا خانوں میں ملتی ہے۔ دوا خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈا برنام ضرور دیکھ لیا کریں۔

پنجاب کے مشہور جگہوں میں ایجنٹ کی ضرورت۔

(بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)